حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی

ماہنامہ

الحقیقہ

پاکستان

مجلہ

جنوری 2007ء

قارئین الحقیقہ کو عید الاضحی مبارک



وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

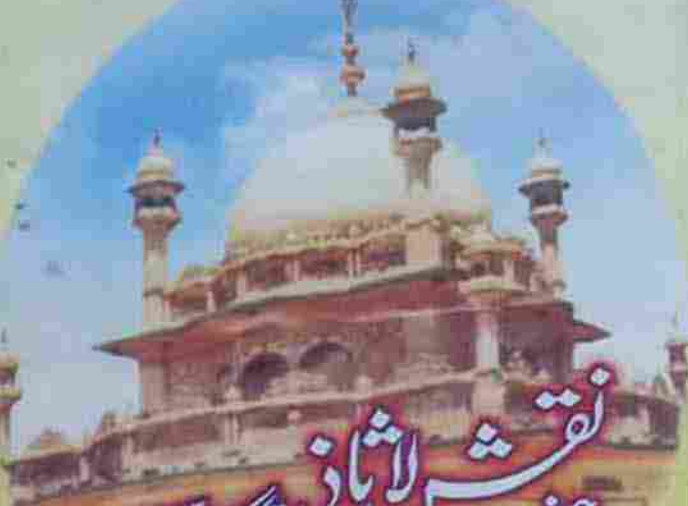
اتحادِ ملت کی ضرورت و صورت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی حقانیت

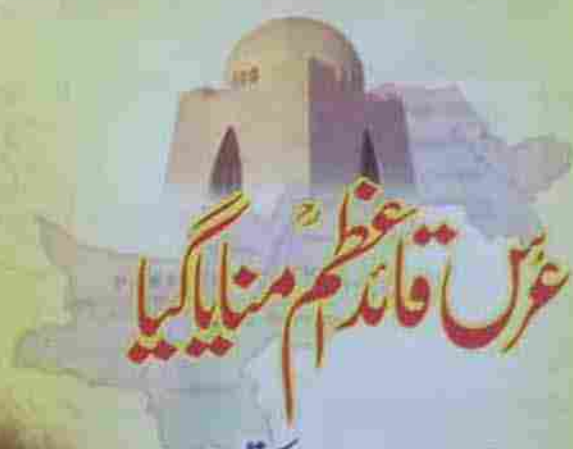


گستاخانِ اہلِ خدا کا انجام

حبِ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم



حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ النورانی کے ارشادات عالیہ



عرس قائد اعظم منایا گیا

اداریہ —— مدیر مسئول کے قلم سے

بے ادبوں کی پہچان

حمد خدائے جمیل جل جلالہ

عم نوالہ

کیونکر ادا ہو شکر خدائے غفور کا
جس نے بنایا امتی ہم کو حضور ﷺ کا!

اللہ رے تجلی جانا نہ کا جلال!
غش ہیں اگر کلیم تو سرمہ ہے طور کا!

بندوں پہ اس کریم کا کیا کیا کرم نہیں
گرمی، ہوا، یہ پانی، یہ سامان نور کا

بندے کی اک ندا پہ وہ دس بار دے جواب
کیا حوصلہ ہے شکر خدائے شکور کا

ذکر خدائے پاک ہے تسکین جاوداں
اللہ رے علاج دلِ ناصبور کا!

مخمور ہیں جو عشق خدا و رسول ﷺ میں
وہ پی رہے ہیں جام شراب طہور کا

یک سو ہے جس کا قلب تو یک بیں نگاہ ہے
ہو کیوں نہ راز دار شہور و دہور کا

مجھ کو ہے ناز رحمت رب کریم پر
ٹوٹے بھرم نہ میری متاع غرور کا

برکت ہے سب توسلِ شیخ کریم کی
بندہ خدا کا آسی گدا ہے حضور ﷺ کا

نعت حبیب جمیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

صلی اللہ علیہ وسلم

کیونکر ہو شکر شافع یوم النشور کا
ہم کو بنا یا بندہ خدائے غفور کا

ہاں ہاں! دل و دماغ کے محسن وہی تو ہیں
روشن ہے جن کے نور سے جادۂ شعور کا

بت پوجتوں کو در پہ خدا کے جھکا دیا
کیا کم یہ معجزہ ہے ہمارے حضور ﷺ کا

اب تک غار ثور و حرا ہیں تجلیاں
تو بہ! یہ مرتبہ کہاں ساعیر وطور کا!!

سب کا رسول ﷺ، سب کا مددگار بالیقین
کیا اس میں فرق دوستو نزدیک و دور کا

اک ان کا غم بہت ہے تجھے دو جہان میں
یہ ہے تو غم ہی کیوں رہے حور و قصور کا

لے ان کا نام صدق عقیدت سے اور دیکھ
کس طرح مینہ برستا ہے کیف و سرور کا

لکھتا ہوں آفتابِ رسالت کی نعت میں
یا ہے تخلیات میں سیلاب نور کا

آسی گدائے مرشدِ کامل اگر ہوا
یہ بھی کرم، خدا کی قسم، ہے حضور ﷺ کا

……﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾……

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو

خلفیہ دین حق کی عظیم تحریک شیران اسلام کا ترجمان

مجلہ ماہنامہ

الحقیقہ

پاکستان

ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ / جنوری سنہ 2007 جلد نمبر 7 شمارہ نمبر 4

فہرست

زر تعاون

پاکستان فی پرچہ -/15 روپے سالانہ

بذریعہ ڈاک -/150 فی پرچہ سالانہ چندہ

یورپ	1 پاؤنڈ	10 پاؤنڈ
امریکہ	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

رابطہ صوفی محمد آصف نقشبندی انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکرگڑھ
0542-451737

پبلشرز محمد عطاء الحق نے لعل دین پرنٹرز داتا دربار مارکیٹ سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلہ الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکرگڑھ فون 0542-451734 نارووال سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس - ٦٣

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمة الحقیقه — اداریہ

عرس قائداعظم منایا گیا

مدیر مسئول کے قلم سے

25 دسمبر قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ کا یوم ولادت ہے۔ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے وصال شریف سے ایک دن پہلے محقق عصر پیر سید صابر حسین شاہ صاحب سے فرمایا کہ میرا شیران اسلام کے نام یہ پیغام ہے کہ وہ آئندہ ہر سال عرس قائداعظم منایا کریں۔ الحمدللہ اسی حکم کو مدنظر رکھتے ہوئے شیران اسلام کے مرکز یعنی نقش لاثانی نگر میں اس سال حضرت قائداعظم کا پہلا عرس منایا گیا۔ بحمدہ تعالیٰ اس میں مقامی علماء اور جامعہ انوار لاثانی کے طلبا کے علاوہ دور دراز سے لوگ تشریف لائے ہوئے تھے۔ عرس مبارک انتہائی باوقار طریقے سے منایا گیا۔ حضرت قائداعظم علیہ الرحمہ کے افکار و نظریات اور تعلیمات پر روشنی ڈالی گئی اس کے علاوہ وحید العصر، فرید الدہر، شہنشاہ طریقت حضور مفکر اسلام کے ہر مشن کو جاری رکھنے کا عزم کیا گیا۔

حضرت قائداعظم علیہ الرحمہ مخلص اور راست باز شخصیت تھے۔ انہیں نعرہ بازی اور نمود و نمائش سے بالکل کوئی واسطہ نہیں تھا۔ وہ جو کچھ فرمایا کرتے تھے کر کے دکھایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے تو کجا، غیروں کو بھی کبھی دھوکا نہیں دیا تھا۔ دشمن ان کی استقامت اور عظمت و کردار کے قائل اور گھائل ہیں۔ اگر قدرت انہیں موقعہ دیتی تو آج پاکستان کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ انہیں وقت نہ ملا ابھی قیام پاکستان کو پورے تیرہ ماہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ آپ کا وصال شریف ہو گیا۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

یہ وہ عظیم قائد جس کے متعلق غیروں کو بھی اعتراف کرنا پڑا متحدہ برصغیر کے انگریز وائسرے ماؤنٹ بیٹن کا اعتراف حقیقت ملاحظہ ہو "برطانوی حکومت کا منشا یہ تھا کہ ہندوستان متحد رہے۔ لیکن ایسا صرف قائداعظم علیہ الرحمہ کی وجہ سے نہ ہو سکا"۔ اس نے اپنے انٹرویو میں کہا ہے۔

> "مجھے صرف اس مقصد کے لئے ہندوستان بھیجا گیا تھا کہ میں اس ملک کو کسی نہ کسی طریق سے متحد رکھوں اور متحدہ ہندوستان ہی کو اقتدار منتقل کروں، ہم دو سال بعد اس عظیم ملک کو چھوڑ رہے تھے۔ اگر ہم اسے متحدہ ہند کی صورت میں چھوڑنے میں کامیاب ہو جاتے تو یہ نہ صرف اٹلی گورنمنٹ کا تاریخی معرکہ ہوتا، ہندوستان کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا میرے نزدیک ایک الم انگیز حادثہ تھا، جس سے اس متحدہ ملک کی قوت پارہ پارہ ہو گئی تھی۔ میں نے اس مقصد کیلئے بھرپور کوشش کی، دن رات ایک کر دیئے راتوں کی نیند حرام کر دی۔ لیکن میرے اس مقصد کی راہ میں ایک ہی شخص حائل تھا، جو پہاڑ کی طرح رکاوٹ بنے کھڑا

تھا، جو چٹان کی طرح میرے مقصد میں سدراہ تھا، قائداعظم مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ۔

ماؤنٹ بیٹن نے محض اس خیال سے کہ میں اب عمر کے آخری دور میں داخل ہوگیا ہوں، بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اس عمر میں غلط بات نہیں کہوں گا، قائداعظم علیہ الرحمہ کے متعلق کہا تھا۔

''میں تمام سیاسی زندگی میں جس شخص سے سب سے زیادہ متاثر ہوا، مسٹر محمد علی جناح کی ذات اور شخصیت تھی، اس میں میں نے منافقت کا شائبہ تک نہ دیکھا، اتنا بلند کردار انسان اور قومی لیڈر شاید ہی مسلمانوں کو دوبارہ ملے'' (لاثانی قائد بحوالہ ملت کا پاسبان)

یہ تھا ہمارا بلند کردار لیڈر جس کی وجہ سے ہمارا سر بلند ہوا اور پاکستان جیسا عظیم وطن ملا۔ ان کے بعد جو بھی لوگ برسر اقتدار آئے اکثر نظریہ پاکستان سے مخلص نہیں تھے۔ جو اکا دکا مخلص تھا وہ غیر مخلصوں کی بھیڑ میں بے بس ہوگیا۔ ہماری بدقسمتی دیکھئے کہ قائداعظم کے دیس پر ایک ایسا شخص بھی حکومت کر گیا جو ''جعفر از بنگال'' کی اولاد میں سے تھا اور غداری اس کی فطرت کا حصہ تھی۔ اس کے علاوہ اس ملک میں جمہوریت اور مارشل لاء کی آنکھ مچولی رہی۔ کسی جمہوری حکومت نے اسلام نافذ کیا نہ فوجی حکومت نے۔ دن بدن صورت حال خراب ہوتی جارہی ہے۔ غریب اور نادار لوگ پریشان حال ہیں۔ اس ملک میں آئین بنتے رہے۔ بنانے والے خود اس کا حلیہ بگاڑتے رہے، اپنی من مانی کے مطابق۔

موجودہ صورت حال بہت زیادہ پریشان کن ہے۔ موجودہ حکومت میں جو لوگ کابینہ میں بیٹھے ہیں ان کے دل ودماغ پر ''غیر'' کی چھاپ لگی ہوئی ہے اور اس حکومت میں وطن دشمن این جی اوز کو کھلی چھٹی ہے جو ہر شعبے میں اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کرتے پھرتے ہیں۔ تعلیم کا میدان دیکھو تو اس میں دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل کیا جارہا ہے۔ یہ سب کچھ خود فروش حاکموں نے اپنے غیر ملکی حاکموں کو خوش کرنے کے لئے قوم کے لئے یہ زہر بھی گوارا کرلیا۔

آج کشمیر کے متعلق بڑے ہولناک بیان آرہے ہیں۔ جس سے دل اور لرز اٹھا ہے۔ وہ کشمیر جسے قائداعظم علیہ الرحمہ نے پاکستان کی شہ رگ فرمایا تھا۔ جس کے لئے ساٹھ سال سے قربانیاں دی جارہی ہیں، لاکھوں مسلمان شہید ہوئے۔ اسی کے متعلق کہا گیا کہ ''کشمیر پاکستان کا اٹوٹ انگ نہیں ہے''۔ روشن خیالی کے سیلاب میں کشمیر کا موقف بھی بہہ گیا۔ کون نہیں جانتا کہ ہماری ملکی سیاست اور پالیسیوں میں بیرونی مداخلت کا اثر ورسوخ زیادہ ہے۔ اس وقت امریکہ کی طرف سے شروع کی گئی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہم فرنٹ لائن اتحادی ہیں اور امریکہ کی طرف سے جاری کئے گئے ہر فرمان پر لبیک کہنا ہمارا وطیرہ ہے اور مجبوری بھی۔ مجبوری اس طرح ہے کہ اگر امریکہ کا ساتھ نہ دیا گیا تو ''رچرڈ آرمیٹج کے بقول پاکستان کو پتھر کے دور میں بھیج دیا جاتا۔ آج ہم امریکہ اور مغربی قوتوں کو خوش کرنے کے لئے بھی روشن خیال پاکستان کے نام متنازعہ حقوق نسواں بل پارلیمنٹ سے منظور کروالیتے ہیں اور کبھی اپنے ہی ملک میں بمباری کر کے خراج تحسین وصول کرتے ہیں اور کبھی امریکہ کے مطلوب افراد کو گرفتار کر کے ان کی قیمت وصول کرتے ہیں۔

اس وقت امریکہ جس طرح پاکستان کو استعمال کر رہا ہے وہ اقدامات شاید براہ راست خود بھی نہیں کرسکتا۔ روس کے مقابلے میں اس نے پاکستان کو استعمال کیا جب اپنے مطلب میں کامیاب ہوگیا تو اس نے آنکھیں پھیرلیں جس سے پاکستان کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ آج پھر امریکہ کا بھارت کی طرف جھکاؤ ہے اور پاکستان کو نظرانداز کرتے ہوئے بھارت سے نیوکلیئر معاہدہ ہماری آنکھوں کو کھول دینے کیلئے کافی ہے۔ ہمیں اپنے فیصلے خود کرنے چاہئیں۔ کشمیر سے انحراف پاکستانی عوام اور کشمیری عوام کو ناقابل قبول ہوگا بلکہ قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ کی تعلیمات سے روگردانی اور بے وفائی ہوگی۔

اس کسمپرسی کے دور میں حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کا پیغام ہمارے دلوں کو گرماتا ہے اور ہمارے حوصلے بڑھاتا ہے، ان کی توجہ اور دعا سے ہم موجودہ تاریک حالات سے مایوس نہیں ہیں، ان کا پیغام ہمارے کانوں میں گونج رہا ہے۔ ''کہتے ہیں آثار یہ سیٹ اپ بدلے گا'' پچھلے دنوں ایسی کئی

خبریں اخبارات کی زینت بنی ہیں جن میں ہزاروں یورپینز کا مسلمان ہونا۔ بش اور اس کے حواریوں کا عراق اور افغانستان میں مایوسانہ انداز۔ یہ سب آثار بتا رہے ہے کہ انشاء اللہ جلد حالات بدلنے والے ہیں۔ آخر میں حضور مفکر اسلام علیہ الرحمۃ کا پیغام امت مسلمہ کے نام

اک دن آقا بھی آئیں گے، گھبرانے کی بات نہیں
بندہ نوازی فرمائیں گے، گھبرانے کی بات نہیں

جور و استبداد کے طوفاں اب تھمنے ہی والے ہیں
مارنے والے مر جائیں گے، گھبرانے کی بات نہیں

آج ہمیں جو پہناتے ہیں زنجیریں، وہ سن رکھیں
کل ہم ان کو پہنائیں گے، گھبرانے کی بات نہیں

پاکستان کے دشمن سن لیں، اب نہ کبھی یہ سمٹے گا
اس کو اور بھی پھیلائیں گے، گھبرانے کی بات نہیں

شور بتوں کا سن سن کر کیوں آپ پریشان ہوتے ہیں
یہ ہنگامے دب جائیں گے، گھبرانے کی بات نہیں

جب ہم تھے سلطان زمانہ اور ایک دنیا ڈرتی تھی
وہ دن پھر اب لوٹ آئیں گے، گھبرانے کی بات نہیں

پھر ہے ابابیلوں کا لشکر کنکریاں برسانے کو
ہاتھی بھوسہ بن جائیں گے، گھبرانے کی بات نہیں

طارق ابن زیاد سفینے پھر ساحل پر جلائے گا
پھر ہم دنیا پہ چھائیں گے، گھبرانے کی بات نہیں

بیت المقدس کی جانب پھر عازم ہوگا ایوبی!
مات عدو اب پھر کھائیں گے، گھبرانے کی بات نہیں

بوسنیا کشمیر پہ بے شک امن کی بارش برسے گی
ظلم کے بادل چھٹ جائیں گے، گھبرانے کی بات نہیں

نام نبی پہ قربان اپنا مال بھی، جان بھی، عزت بھی
کیوں، ہم موت سے گھبرائیں گے، گھبرانے کی بات نہیں

طوفانوں کا منہ ہی کیا ہے روک سکیں یلغار اپنی
طوفانوں سے ٹکرائیں گے، گھبرانے کی بات نہیں

لال قلعہ دہلی پر ہم اپنی نظریں گاڑے ہیں
جلد ہی پرچم لہرائیں گے، گھبرانے کی بات نہیں

مرشد کا صدقہ ہم آسی ان کے جلوے دیکھیں گے
پردہ وہ رخ سے سرکائیں گے، گھبرانے کی بات نہیں

......﴿ آہ مفتی اعظم پاکستان انتقال فرما گئے ﴾......

اہل اسلام خصوصاً اہل سنت کیلئے یہ حادثہ نہایت ہی دلگزار اور جانکاہ ہے کہ عاشق رسول، مناظر اسلام، شیخ القرآن والحدیث حضرت مفتی اعظم علامہ سعید احمد نقشبندی مجددی علی پور چٹھہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) ہزاروں لوگوں نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی، علمائے کرام کا جم غفیر تھا، آپ نہایت بلند پایہ مناظر اور اپنے وقت کے مفتی اعظم تھے۔ آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ ساری عمر آپ نے نبی کریم ﷺ کے دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے گزاری، شیخ کریم حضور مفکر اسلام قدس سرہٗ النورانی آپ کی بہت زیادہ تعریف فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ مفتی اعظم بہت زیادہ ذہین ہیں۔ اور ان کے مناظروں کا اکثر تذکرہ فرماتے تھے۔ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ کے ساتھ مجھے دو تین مرتبہ زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور ان کی زیارت کر کے دل و جان کا تسکین ملتی تھی۔ آپ بہت زیادہ مہمان نواز بھی تھے۔ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمۃ سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔ اور اسلاف کی عظیم یادگار تھے۔ ان کے بڑے صاحبزادے مفتی الحقیقہ حضرت علامہ شفقات احمد نقشبندی مجددی ایک عظیم محقق و مصنف ہیں۔ ادارہ الحقیقہ و شیران اسلام پاکستان ان کے شریک غم ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی اعظم پاکستان کو اعلیٰ درجات سے نوازے اور ان کے جانشین مناظر اسلام مفتی شفقات احمد نقشبندی مجددی صاحب کو ان کے نقش قدم پر چلائے اور ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

......☆......

اتحاد ملت کی ضرورت و صورت

قسط: 4

حضور شیر اسلام
پروفیسر محمد حسین آسی
علیہ الرحمہ

دیکھا آپ نے حضور پر نور ﷺ کے بارے میں جدید "مفکرین" نے اپنے زیر تربیت افراد کو کیا عقیدہ ذہن نشین کرایا اور منصب رسالت کے بارے میں کیا تصور دیا، ذرا سوچئے فضائل کے اقرار سے کسی کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے یا انکار سے۔ عام سطح پر آجایئے کسی کے عالم ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ محبت پیدا ہوگی، یا بے علم ہونے کی بنا پر، کسی کے محسن و کریم اور چارہ ساز ہونے کی بنا پر کسی کا اس سے تعلق خاطر ہوگا یا محسن و کریم اور چارہ ساز نہ ہونے کی بنا پر، کسی کا حسین و جمیل ہونا، دلکشی کا باعث ہوتا ہے یا حسن و جمال سے محروم ہونا محبت کا سبب بنتا ہے۔ ٹھنڈے دل سے غور کیجئے اور یہ بھی سوچئے اگر کسی نظریئے کے بانی سے ہی محبت نہیں ہوگی تو نظریئے سے کیونکر ہو سکتی ہے، سو اگر بانی اسلام سے محبت نہیں ہوگی تو اسلام سے محبت کیونکر متصور ہو سکتی ہے اور اس کیلئے قربان ہونے کا جذبہ کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر قرآن لانے والے سے رابطہ نہیں ہوگا تو قرآن کی سمجھ کیسے آسکتی ہے اور اس سے روشنی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے، اور تو اور اگر خدا کا تعارف کرانے والے کی چاہت پیدا نہ ہو تو خدا سے محبت کا تعلق کیونکر پیدا ہوگا۔ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں مگر یہ قرآنی حقیقت دل میں جاگزیں کب ہوگی؟ جب مسلمان بنانے والے آقا و مولا ﷺ سے رشتہ محبت مضبوط ہوگا۔ اگر امت کے والی ﷺ سے ہی والہانہ محبت نہیں تو آپس میں بھائی چارے کی فضا کیونکر مضبوط ہوگی۔ گویا ملت میں اخوت و محبت کا جذبہ پیدا کرنا ہو، اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے راہ ہموار کرنے کا عزم ہو، قرآن حکیم کی روح سے آشنا ہونے کا سوال ہو، قرب خداوندی اور عرفان خداوندی، جو اصل مقصود حیات ہے کی تمنا ہو تو کیا حضور پر نور ﷺ کی محبت کے بغیر ممکن ہے، ہرگز نہیں نماز پڑھنے والے تو پڑھتے ہی ہیں مگر کیا ہر نماز مقبول ہے، نہیں بلکہ قرآن پاک کے نزدیک کچھ نماز پڑھنے والے کامیاب مومن ہیں اور بعض نمازیوں کیلئے ویل یعنی دوزخ یا ہلاکت ہے (الماعون......۴ تا ۷) آخر کیوں؟ قرآن پاک کے نزدیک نماز میں خشوع کرنے والے ہی کامیاب ہیں

قد افلح المو منون O الذین هم فی صلا تهم خاشعون O (المومنون......۱، ۲)

ترجمہ: بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں (گڑگڑاتے ہیں یا فروتنی کرتے ہیں)

اب دیکھئے نماز میں خشوع کیسے پیدا ہوتا ہے مقدمہ دلائل الخیرات کی ایک حدیث پیش خدمت ہے۔ حضور ﷺ سے چند سوالات ہوئے اور حضور ﷺ نے ان کے جوابات ارشاد فرمائے آسانی سے سمجھنے کیلئے ہم اس حدیث کا ابتدائی حصہ سوال و جواب کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔

☆...... **قیل لرسول الله ﷺ تر ی مو منا ًیخشع مُو مناً لا یخشع ما السبب فی ذا لک'**

حضور ﷺ سے عرض کیا گیا' ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مومن خشوع کرتا ہے اور ایک مومن خشوع نہیں کرتا، اس کا کیا سبب ہے۔

☆...... فقا ل   من وجد لا یمانہٖ حلا و ۃ خشع و من لم یجد ھا لم یخشع"

تو فرمایا   جس نے اپنے ایمان سے حلاوت پائی اس نے خشوع کیا اور جس نے حلاوت نہ پائی، اس نے خشوع نہیں کیا۔

☆...... فقیل   بم تو جد او بم تنال و تکسب"

سو عرض کیا گیا...... 'خشوع کیونکر پایا جاسکتا ہے یا اس تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے یا اسے کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

☆......قا ل   بصدق الحب فی اللہ

ارشاد ہوا......'اللہ کے ساتھ سچی محبت سے'

☆...... فقیل   وبم یو جد حب اللہ او بم یکتسبُ

سو عرض کیا گیا...... ''اور اللہ کی محبت کیسے پائی جاسکتی ہے یا کیونکر حاصل کی جاسکتی ہے۔

☆...... فقال   بحب رسولہٖ فا لتمسوا رضا ء اللہ و رضآ ءَ رسولہٖ فی حُبھما

تو ارشاد ہوا......''اس کے رسول کی محبت سے پس اللہ کی رضا اور اس کے رسول کی رضا ان دونوں کی محبت میں تلاش کرو'

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ کی محبت ہے جو تمام ایمانی درجات اور اعمال صالحہ کی بنیاد ہے، اسی سے اللہ کی محبت اور رضا ملتی ہے، ایمان میں حلاوت پیدا ہوتی ہے اور نماز میں خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے، گویا ایمان اور اسلام کا سارا ڈھانچہ جس بنیاد پر کھڑا ہے وہ جذبہ عشق رسول ﷺ ہی ہے، آیئے اس روایت کی روشنی میں قرآن پاک کے ایک جملے کو سمجھنے کی کوشش کریں

" والذین امنو اشد حبا للہ"(البقرۃ......۱۶۵)

ترجمہ: اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں،

اس میں کیا شک ہے کہ مومن نہ اللہ کے برابر کسی کو سمجھتا ہے اور نہ اس کے برابر کسی کی محبت دل میں رکھتا ہے۔ مگر یہ ایمان اور یہ فہم اس کو در رسول سے ہی تو ملتا ہے اس لئے جتنا ایمان اس کا رسول ﷺ پر ہوگا، اسی حساب سے اللہ تعالیٰ پر ہوگا، اور جتنی محبت اللہ کے رسول سے ہوگی، اسی حساب سے محبت اللہ تعالیٰ سے   ہوگی۔ اگر خدانخواستہ سب مخلوق میں سب سے زیادہ حضور اکرم ﷺ سے نہیں ہوگی، تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں بھی شدت نہیں آسکے گی، بلکہ جس طرح حضور اکرم ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، یونہی حضور اکرم ﷺ کی محبت اللہ کی محبت ہے۔ ممکن ہے یار لوگ جنھیں جس حدیث کا انکار مطلوب ہوتا ہے، راویوں کا پوسٹ مارٹم شروع کر دیتے ہیں اور کھینچ تان کر کسی ایک محدث کی کوئی انفرادی رائے بھی کسی حدیث کے کسی راوی کے خلاف ہو تو ضعیف، ضعیف، کا شور مچا دیتے ہیں۔ آیئے صحاح ستہ بلکہ شیخین کی روایات دیکھ لیں جن میں ایمان اور محبت رسول ﷺ کا تعلق بتایا گیا ہے بطور نمونہ ہم یہاں صرف ایک روایت درج کرتے ہیں۔

" عن انسٍ قا ل قال رسول اللہ ﷺ لا یو من احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من وا لدہٖ وولدہٖ و الناس اجمعین" (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا 'تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

گویا مومن ہونے کیلئے حضور ﷺ کی محبت ضروری ہے اور وہ بھی یوں نہیں تھوڑی بہت محبت سے بھی کام نکل جائے بلکہ ایسی محبت ضروری ہے جو سب سے زیادہ ہے۔ یعنی اگر کسی کو حضور ﷺ کی نسبت اپنے والدین سے زیادہ پیار ہو تو وہ مومن نہیں، ایک والدین ہی کیا دنیا میں

کوئی شخص بھی اگر اسے محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء سے زیادہ محبوب ہے تو حدیث پاک کا فتویٰ یہی ہے کہ

" لا یو من .... وہ مومن نہیں

یہی وجہ ہے کہ اللہ نے محبت کے جتنے بھی اسباب پیدا فرمائے وہ سب کے سب اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائے، اور وہ بھی علی وجہ الکمال یعنی کامل طور پر اور سب سے زیادہ مثلاً بقول حضرت علامہ الیاس برنی علیہ الرحمہ ان سب اسباب محبت کا خلاصہ بیان کیا جائے یہ تین ہیں،

۱............جود و نوال (سخاوت، مشکل کشائی، حاجت روائی وغیرہ

۲............حسن و جمال

۳............فضل و کمال

اللہ کریم نے اپنے حبیب کریم کو ان تینوں اوصاف میں تمام اولین و آخرین میں سے کسی کو بھی حضور پر نور ﷺ سے زیادہ تو ایک طرف برابر بھی نہیں رکھا۔ اور برابر تو کیا کسی کو کسی وصف میں حضور ﷺ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ حضرت قدسی علیہ الرحمہ نے خوب عرض کیا۔

؎ نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را

بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

ترجمہ: یا رسول اللہ ﷺ، بنی نوع انسان کو آپ کی ذات پاک سے کوئی نسبت نہیں، آپ کی عالی نسبی (اور عالی مقامی) کے کیا کہنے کہ آپ آدم و عالم سے بہتر و برتر ہیں۔

جناب قدسی علیہ الرحمہ تو محض اپنے عقیدہ و ایمان کی بنیاد پر یہ بات کہہ رہے ہیں، جن مقدس بزرگوں کو حضور پر نور ﷺ کی زیارت کا شرف ملا تو ان کا انداز اور بھی والہانہ ہے، مثلاً سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان کتنا ایمان افروز اور دلکش ہے۔

" ما رایت اشجع ولا انجد ولا اجود ولا ارضی ولا افضل من رسول الله ﷺ (شمائل ترمذی)

ترجمہ: میں نے رسول کریم ﷺ سے زیادہ نہ کوئی شجاع دیکھا ہے نہ بہادر دیکھا ہے، نہ سخی دیکھا ہے اور نہ جلدی راضی ہونے والا اور نہ کسی کو کسی صفت میں حضور ﷺ سے برتر دیکھا،

مختصر یہ کہ محبوب اکرم ﷺ کی محبت ہی ایمان و عرفان اور زہد و تقویٰ کی اصل بنیاد ہے ہاں ہاں، یہی بقائے ملت ہے اور یہی بقائے ملت کا ذریعہ ہے۔ کتنی تکلیف دہ بات ہے کہ جس محبوب اعظم و اکرم ﷺ کی محبت ہی اسلام کے ساری اعتقادی اور عملی ڈھانچے کی بنیاد تھی، اسی کو اکھاڑنے اور بیچ سے نکالنے کی ناپاک کوششیں شروع کر دیں گئیں اور شیطانوں کا مکر و فریب دیکھئے اسی ملعون کوشش کو جو دراصل کفر کی بنیاد ہے معاذ اللہ توحید کے نام سے پیش کیا گیا چنانچہ جب یہ دیکھا گیا کہ مسلمانوں کے ذہن میں یہ تصور جم گیا ہے کہ حضور ﷺ کائنات کے محسن اعظم ہیں، دنیا بھر کی بگڑی بنانے آئے ہیں۔ جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا، ان کا وہی سہارا ہیں، یہاں بھی وہ غلاموں کے کام آتے ہیں اور اللہ کے فضل وکرم سے بیماروں کی شفاء، دکھوں سے نجات، مرادوں کا بھر آنا، ٹوٹے دلوں کا سکون، روحوں کی شگفتگی بلکہ پاکیزگی، قید غم سے رہائی، شکست کا فتح میں تبدیل ہو جانا انہیں کی برکات میں سے ہے اور آخرت میں بھی مغفرت اور جنت کا حصول انہیں کی شفاعت سے ہوگا۔ بالیقین دو جہاں کی ہر نعمت اور دولت کا ذریعہ آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے تو ظالموں نے اسی تصور کو دلوں سے کھرچنا شروع کر دیا اور وہ بھی توحید کے ریگ مال سے مذہبی گویوں نے بھدی سروں سے یہ گیت الاپنا شروع کیا "نہیں نہیں وہ کسی کی بگڑی نہیں بنا سکتے، وہ کسی کے کام نہیں آ سکتے، وہ اپنی بیٹی تک سے عذاب دور نہیں کر سکتے، انہیں کسی قسم کا اختیار نہیں، وہ کسی کی فریاد نہیں سنتے، انہیں دیوار کے پیچھے کا علم نہیں معاذ اللہ عذاب دور نہیں کر سکتے، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اور

ان کے نزدیک یہ سب کچھ توحید ہی کے مختلف عنوان ہیں۔ گویا ان کے خیال میں جب حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے تھے، اس وقت ہر وقت حضور ﷺ کے نام کی دہائی دی جاتی تھی، ابو جہل اور ابو لہب جیسے لوگ آپ کو فریاد رس، دانائے غیوب اور مشکلکشا و حاجت روا سمجھا کرتے تھے، ندائے غائبانہ عام تھی، میلاد شریف اور گیارھویں شریف کا خوب چرچا تھا تو اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو بھیجا کہ جاؤ اور لوگوں کو بتاؤ کہ یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔ پھر ان کے نزدیک حضور ﷺ تشریف لے آئے تو آپ نے ان تمام رسوم پر پابندی لگا دی اور ان عقائد کو جو حضور ﷺ کے اختیارات اور تصرفات کے بارے میں تھے شرکیہ قرار دے دیا۔ چنانچہ ان کے خیال میں حضور ﷺ کے بارے میں سارے عقائد ونظریات دب گئے مگر ادھر حضور پاک ﷺ کا وصال ہوا ادھر امت شرک میں گرفتار ہو گئی اور منکرین کے خیال میں پھر وہی عقائد اور رسمیں شروع ہو گئیں۔ حتیٰ کہ کئی صدیوں تک یہی صورت حال رہی حتیٰ کہ کہیں دور جا کر نجد میں محمد بن عبدالوہاب اور دہلی میں اسمٰعیل نے پیدا ہو کر اس دین کو سمجھا جسے امت میں کوئی آج تک نہیں سمجھ سکا تھا۔

یہ ہے ملت کے ان داخلی دشمنوں کا فکری حدود اربعہ۔ کتنا ظلم ہے، جس محبوب اکرم کے بارے میں فرمایا گیا

وما ارسلنک الا رحمة اللعلمین (الانبیاء۱۰۷)

اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے (کنزالایمان)

کیا غضب ہے جو سب عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ ان کے بارے میں یہ ہرزہ سرائی کی جائے کہ وہ کسی سے زحمت دور نہیں کر سکتے (حتیٰ کہ ایمان واسلام کے تعارف کے سوا، ان کے گھر والوں کو بھی ان سے کوئی فائدہ نہیں اور کسی کے دکھ سکھ سے انہیں کوئی واسطہ نہیں،) کوئی ان سے پوچھے کہ اگر فی الواقع وہ کسی کے کام نہیں آتے اور کسی کی بگڑی سنوار نہیں سکتے تو آخر رحمةً للعلمین کا کیا مفہوم ہے یا یہ بتاؤ اس آیت کریمہ پر تمھارا ایمان بھی ہے کہ نہیں

اسی طرح سوچئے قرآن پاک نے جس محبوب ﷺ کے علم وفضل کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہو

وعلمک مالم تکن تعلم ط وکان فضل الله عظیماً O(النساء ۱۱۳)

ترجمہ: اور تمھیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ (کنزالایمان)

کتنا واضح ارشاد ہے جس کے علم ہمہ اشیاء یہ عالم ہے کہ علم دینے والا اللہ اعلان فرماتا ہے کہ جو چیز محبوب کے علم میں نہیں تھی، ہم نے دے دی اور محبوب ﷺ نے سب کچھ جان لیا۔ پھر ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ اس محبوب پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔ دیکھا آپ نے قرآن کیا گواہی دے رہا ہے اور اس کے برعکس دشمنان تیرہ باطن کا کیا انداز فکر ہے۔ اپنے اللہ سے ایسا وسیع علم سیکھنے والا محبوب ﷺ خود فرما رہا ہے اور قرآنی اعلان کی تصدیق کر رہا ہے۔

فعلمت ما فی السمٰوٰت و الارض (دارمی۔ مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے۔

کیا یہ **ما فی السمٰوٰت و الارض** (جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمینوں میں ہے) وہی نہیں جو آیت الکرسی میں ہے۔

له ما فی السمٰوٰت وما فی الارض ط (البقرة......۲۵۵)

ترجمہ: اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں

اب قرآنی اور حدیثی الفاظ کو ملا کر نتیجہ نکالئے

اللہ مالک ہے ہر اس چیز کا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور حضور ﷺ عالم ہیں ہر اس چیز کے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ پھر

حضور ﷺ کے اس علم کی بنیاد وہی الفاظ قرآنی "علمک مالم تکن تعلم" (اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے)

مگر منکرین اتنی وضاحت کے باوجود کیا کچھ نہیں کہا کرتے اور کس کس بہانے سے اس محبوب ﷺ کے علم خداداد پر حملہ آور نہیں ہوتے۔

یہاں تفصیل مقصود نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ کے جو فضائل و کمالات عام مسلمانوں کے ایمان بلکہ فطرت ایمان میں داخل تھے اور وہ کسی صورت بھی ان سے جدا ہونے کا تصور بھی نہیں کرتے تھے۔ منکرین جو پہلے خود ان (فضائل و کمالات) کے خلاف صف آراء ہوئے پھر ساری امت کو ان کے انکار پر مائل کرنے کی ناپاک کوششیں کرتے رہے۔ گویا وہی بات۔

خود تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے۔

پہلے خود محبت سے خالی ہوئے، پھر باقی امت کے درپے ہوئے اور نہیں بارگاہ رسالت سے بغاوت کرنے کا سبق دینے لگے۔ یہ انہیں کی مذموم سازشوں کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں میں نہ ختم ہونے والا دنگا فساد شروع ہو گیا، اتحاد و اتفاق کے برعکس انتشار و افتراق پھیلنے لگا، شہروں کے شہر اور علاقوں کے علاقے باہمی منافرت کی آگ میں جلنے لگے، کس قدر شرمناک بات ہے کہ نبی ﷺ کی ذات ہی کو متنازع فیہ ٹھہرا لیا گیا اور شاید تاریخ اسلام کا یہ سب سے بڑا فکری حادثہ تھا کہ کلمہ پڑھنے والوں کے دو گروہ ہو گئے اور وہ بھی اس ذات پاک کے بارے میں جن کا وہ کلمہ پڑھتے تھے گروہ ہو گئے۔

حضور پرنور ﷺ کے بارے میں بحث کرنا عیسائیوں یہودیوں اور دوسرے غیر مسلموں سے تو گوارا ہو سکتا ہے، کلمہ پڑھنے والوں کو زیب نہیں دیتا۔ اقبال علیہ الرحمہ نے اسی صورت حال کے پیش نظر فرمایا تھا،

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک	ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی قرآن بھی ایک	کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں	کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

جب جناب رسول اعظم ﷺ کو ہی متنازع بنا لیا گیا تو پھر کس بات اور کس عقیدے پر اتحاد رہ سکتا چنانچہ اختلافات کا دروازہ چوپٹ کھل گیا تو پھر کونسا اختلاف تھا جو رونما نہ ہوا اختلافات بڑھتے گئے اور ملت کا شیرازہ بکھرتا گیا۔

ملت اسلامیہ میں اختلافات تو پہلے بھی تھے مگر ایک دو صدی پہلے جو اختلافات پیدا ہوئے، ان کی نوعیت از حد سنگین ہے۔ پہلے اختلافات میں حضور پرنور ﷺ کی ذات پاک متنازع فیہ نہیں ٹھہرایا گیا تھا، مگر جو اختلافات انگریزوں کی 'برکتوں' اور 'حکمتوں' سے رونما ہوئے ان میں بنیادی اختلاف حضور پرنور ﷺ کے فضائل و کمالات کے اقرار و انکار کا تھا گوروں کی منحوس آمد سے پہلے برصغیر میں مسلمان کہلانے والے سب کے سب سنی تھے سوا چند ان روافض کے جن کے آبا و اجداد اکبر و جہانگیر کے زمانے میں ایران چھوڑ کر یہاں آ رہے تھے اور پھر ان سنی حضرات میں سب کے سب حنفی تھے سوا ساحل مدراس کے ان چند تاجروں کے جو شافعی تھے، پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حنفی اور شافعی (اسی طرح حنبلی اور مالکی) عقیدے میں تو سب ایک ہیں۔ باقی عالم اسلام میں بھی سوا چند مخصوص خطوں کے اہل سنت کی اکثریت اور پھر ان میں حنفی حضرات واضح اکثریت میں ہیں۔ انگریزوں کے آنے سے پہلے تو کم از کم حضور پرنور ﷺ کے فضائل و کمالات سے بھی کسی مسلمان کہلانے والے کو انکار نہیں تھا، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کے الفاظ میں.......... یہاں صرف ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

"امت کے علماء میں اختلافات اور بہت سے مذاہب کے باوجود کسی شخص کو اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ حقیقی زندگی کے ساتھ قائم اور باقی ہیں۔ حضور پرنور ﷺ کی زندگی میں مجاز کی آمیزش اور تاویل کا وہم

نہیں ہے اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں‘‘ (سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل اخبار الاخیار بحوالہ جاء الحق)

اب یہ اختلافات پیدا ہوئے کیونکہ انگریزوں کی حکومت کا فائدہ اسی میں تھا۔ انھیں مسلمانوں کے نعرۂ جہاد سے بہت خطرہ تھا اور جذبہ جہاد کا دارومدار عشق رسول ﷺ پر ہے۔ عشق کی اس آگ کو دبانے کیلئے انگریزوں نے پہلے اسمٰعیل دہلوی سے بہت کچھ اگلوایا، پھر ’تقویت الایمان‘ مرتب کرائی اور خود اسے پورے برصغیر میں مفت تقسیم کرایا۔ مسلمانوں میں سر پھٹول شروع ہوگئی اور اسمٰعیل دہلوی کی برکت سے اس کے گورے آقاؤں کی گرفت برصغیر پر مضبوط ہونے لگی، علمائے اہل سنت نے اپنی استعداد اور طاقت کے مطابق تقویت الایمان کا رد لکھا اور جوابی کارروائی کی مگر انگریزی حکومت کی پشت پناہی نے اسمٰعیلیوں کو کھل کھیلنے کا موقعہ پوری طرح بہم پہنچا دیا۔

گورے حاکموں اور کالے محکوموں کے گٹھ جوڑ کے باوجود اس قسم کے دین فروش اور ضمیر فروش بہت کم تھے جو جدید انگریزی ’توحید‘ کے نشے سے سرشار ہوئے اور جنھوں نے اپنے آقا و مولا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی اور ادب و تعظیم کے دائرے سے باہر نکل کر دشمنوں کا ساتھ دیا اور دین و ایمان پر دنیوی دولت و شوکت کو ترجیح دی، علمائے اہل سنت نے جنگ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد دیا تھا لہذا جب بظاہر انھیں شکست ہوگئی تو انھیں چن چن کر قتل کیا گیا، اکثر و بیشتر ان کی جائیدادیں ضبط کرلی گئیں اور ان کے مدرسے بند ہوگئے، اپنی بے سروسامانی کے باوجود ان کا لسانی اور قلمی جہاد جاری رہا اور انھوں نے ہمت نہ ہاری.............دشمنوں کی سازشوں کے باوجود اگر برصغیر میں اسلام زندہ رہا ہے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رحمت کا نتیجہ ہے اور ان عاشقانِ صادق کی سعی مشکور کی برکت ہے۔

ذرا تصور کیجئے اس لرزہ خیز منظر کا کہ ایک طرف اسلام دشمن حکومت اور اس کے خود کاشتہ پودے ہیں، کوئی نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے، کوئی دہائی دے رہا ہے کہ معاذ اللہ نبی علیہ السلام کیلئے سچ بولنا ضروری نہیں، کوئی بک رہا ہے کہ معاذ اللہ معاذ اللہ خدا بھی جھوٹ بول سکتا ہے، کسی کا نعرہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ عام انسانی سطح سے ذرا بھی بلند نہیں، دوسرے انسانوں اور نبی میں صرف ’وحی‘ کا فرق ہے، کوئی کہتا ہے کوئی شفاعت نہیں کرسکے گا، کوئی کہتا ہے خدا کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا اور اس سے دعا کرنا بھی شرک ہے، کسی نے راگنی الاپی کہ نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اور اس کے مقابلے میں معاذ اللہ شیطان اور عزرائیل کا علم روئے زمین کے ذرے ذرے کا محیط ہے اور نص سے ثابت ہے، نبی کا ایسا علم مانیں تو شرک ہے، کسی نے کہا ایصال ثواب بدعت ہے، کسی نے کہا تقلید شرک ہے اور کسی نے کہا حدیث تک حجت نہیں غرض ساری تاریخ اسلام میں کبھی ایسی فرقہ بازی کا بازار گرم نہیں ہوا تھا جیسا چند سالوں کے اندر اندر انگریزوں کی سازشوں سے ہوا

ان کے مقابلے میں علما و مشائخ مساعی کا کم از کم یہ نتیجہ ضرور نکلا جیسا کہ اوپر گزرا مسلمانوں کی نہایت ہی قلیل تعداد ان سے متاثر ہوئی اور باقی امت کا ایمان محفوظ رہا۔ یہی موقع تھا جب ان علما مشائخ کی دعاؤں کی قبولیت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے دین کی خدمت و حفاظت کیلئے اعلیٰحضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کو پیدا کیا۔ آپ کے جد امجد حضرت مولا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ جنگ آزادی کے سرکردہ رہنماؤں میں سے تھے اور بریلی کے مجاہدین کے کمانڈر اور سرپرست آپ ہی تھے اعلیٰحضرت بریلوی کو قدرت نے دل بیدار اور فکر بلند سے نوازا تھا اور نہایت وسیع روحانی و قلبی استعداد کے ساتھ ساتھ آپ آسمان علم و فضل کے نہایت درخشندہ آفتاب تھے۔ منقول و مقبول کے بحر زخار تو تھے ہی، ان کے شرح و بیان کی تقریری و تحریری صلاحیتوں سے بھی مالا مال تھے، انگریزوں کی خفیہ سازشوں اور ان کے غلاموں کی اعلانیہ کوششوں کا آپ نے ڈٹ کر موثر مقابلہ کیا اور منہ توڑ جواب دیا۔ نثر و نظم میں آپ نے ایمان کے چوروں کا خوب پیچھا کیا اور ملت کے جس سرمایہ عشق کو وہ لوٹنا چاہتے تھے، بہت حد تک اسے بچا لیا، جس مردود نے نبوت کا دعویٰ کیا، اس پر دلائل کے تیروں کی بھرمار کی، جس نے خاتم النبیین کے معنی بدلے

،اس پر یلغار کی، ان سب سے بڑھ کر جس نے خداوند کریم کی ذات پاک و بے عیب پر امکان کذب کا ناپاک دھبہ لگانے کی کوشش کی، اس کا پیچھا کیا ،جس نے حضور پرنور ﷺ کے کسی خداداد کا انکار کیا، اس کی خبر لی، جس نے قرآن پاک کی کسی آیت پر اعتراض کیا۔ اس کو منہ توڑ جواب دیا، جس نے گاندھی میں لنگوٹی میں گم ہو کر مسلمانوں کو دھوکا دیا، اسے للکارا غرض جس نے بھی امت رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر ہاتھ اٹھایا، آپ نے اسے قلم کرنے کی کوشش کی۔ سیاسی مداریوں نے کبھی انگریزوں اور کبھی ہندوؤں کو خوش کرنے کیلئے دین حنیف میں کیا کیا ترمیمیں تجویز کیں، اس کا ذکر آئندہ قسط میں آئے گا، اس بار آپ کے صرف ان جذبات کی مختصری شعری عکاسی کی جاتی ہے جن میں آپ نے ایک طرف اپنے آقائے مدنی کریم قریشی رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خداد کمالات کا ڈھنڈورا پیٹا ہے اور دوسری طرف ان کے دشمنوں اور گستاخوں کو کبھی نرم اور کبھی گرم انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

دشمنوں نے خداتعالیٰ کے بارے میں عقیدہ گھڑا تھا کہ وہ جھوٹ بول سکتا تھا (دیکھئے رسالہ یکروزی وغیرہ) اعلیٰحضرت بریلوی نے سبحان السبوح، نثر میں لکھ کر عقلی و نقلی دلائل سے ان کا رد کیا اور نظم میں بھی .... یہاں صرف دو شعروں میں آپ کے قہر و جلال کا عالم دیکھئے۔

ہر ایک اپنے بڑے کی بڑائی کرتا ہے — ہر ایک مغبچہ مغ کا ایاغ لے کے چلے
مگر خدا پہ جو دھبا دروغ کا باندھا — یہ کس لعین کی غلامی کا داغ لے کے چلے

شور مچایا گیا کہ حضور بشر ہیں اور عام انسانوں سے انھیں ممتاز حاصل ہے تو محض وحی کی بنا پر.......... ادھر سے جواب دیا گیا کہ لفظ نور کا اصل موضوع لہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ ہیں اور اس کا حقیقی معنیٰ محض آپ ہی کی ذات پاک ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وضع واضع میں تری صورت ہے معنیٰ نور کا — یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا
انبیاء (علیہم السلام) اجزا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا — اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا
یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا — بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

منکرین نے علم غیب کا تعارف کرانے والے معلم اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کا ہی انکار کر دیا۔ اعلیٰحضرت نے اپنا عقیدہ یوں بیان کیا

اور کوئی غیب کیا، تم سے نہاں ہو بھلا — جب نہ خدا ہی چھپا تم، پہ کروڑوں درود

دشمنوں نے سرور کائنات علیہ التحیات والتسلیمات کے اختیارات اور تصرفات کا انکار کیا تو بریلی کے مجاہد اعظم نے یوں اظہار عقیدت کیا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب محبّ میں نہیں میرا تیرا

کسی نے مظہر رب العلمین حضور رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناضر ہونے کو شرک کہا تو مجدد دین و ملت نے اپنا عقیدہ یوں بیان کیا۔

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں، وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں — کوئی کہہ دو یاس و امید سے، وہ کہیں نہیں، وہ کہاں نہیں

کسی بدنصیب نے قاسم ہر نعمت مالک کوثر و جنت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مانگنے سے منع کیا تو ڈٹ کر جواب دیا۔

مانگیں گے، مانگے جائیں گے، منہ مانگی پائیں گے — سرکار میں نہ 'لا' ہے، نہ حاجت 'اگر' کی ہے

ذکر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالفین ذکر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جز بز ہوئے تو بڑی بے نیازی سے فرمایا

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قسط: 5

علامہ شفقات احمد نقشبندی

چند شبہات کا ازالہ: جب نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے علم شریف کا بیان کیا جاتا ہے تو اکثر مخالفین کی طرف سے چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوا کہ ان اعتراضات کا بھی اجمالی جائزہ پیش قارئین کردیا جائے تاکہ "**جاء الحق و زھق الباطل**" کا پوری طرح ظہور ہوجائے اور تعصب وعناد سے خالی ذہن اس مسئلہ میں مکمل و اکمل طور پر مطمئن ہوجائے۔ ویسے تو اس مختصر سے بیان میں جو آیات ان کے تحت معتبر اور متفق علیہ تفاسیر، صحاح ستہ، کی احادیث مقدسہ اور ان کے تحت چند تشریحیں اور عبارتیں پیش کردی گئی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہر صاحب ایمان اور غیر متعصب انسان کیلئے کافی ووافی ہوں گی پھر بھی معاندین حضرات کے چند ایک موٹے موٹے اعتراضات کا ایک ایک کرکے جواب عرض کیا جاتا۔ پڑھیں اور یاد رکھیں۔

حدیث افک: اس دور کے منافقین نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت وعصمت پر بہتان تراشی کی اور آج کے بعض نام نہاد مسلمان اسی واقعہ کو آڑ بنا کر جناب رسول اللہ ﷺ کے علم شریف پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ "جب سیدہ عائشہ پر منافقوں نے بہتان تراژی کی تو حضور کافی دنوں تک غمگین وپریشان رہے بالآخر وحی آئی تو آپ کو معلوم ہوا کہ عائشہ سچی اور پاکدامن ہیں۔ اگر آپ کو علم غیب تھا تو آپ کو وحی سے پہلے ام المومنین کی نزہت وطہارت کیوں معلوم نہ ہوگئی۔

جواب: جناب رسول اللہ ﷺ کیلئے سیدہ عائشہ کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیز آپ کا نکاح حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور حکم سے ہوا تھا جیسا کہ حضور ﷺ نے خود بیان فرمایا ہے دیکھو (بخاری شریف ۲/۷۶۰، ص ۱۰۳۸، مسلم شریف ۲/۲۷۵ وغیرہ) اگر آپ نے اپنے لئے یا اپنے کسی عزیز کیلئے رشتہ پسند کرنا ہو تو آپ ہر طرح کے عیب سے محفوظ لڑکی کا انتخاب کریں گے لیکن کیا اللہ تعالیٰ جو علیم بذات الصدور ہے کا انتخاب (معاذ اللہ) اس طرح کا تھا کہ حضور اس کے بارے میں غلط گمانی میں مبتلا ہوجاتے۔ ہمارے انتخاب میں تو غلطی کا امکان بھی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو علیم وخبیر ہے اس کا انتخاب تو یقیناً ہر طرح کی نامناسب بات سے کلیتاً محفوظ ومامون ہوگا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کے انتخاب پر مکمل بھروسہ اور اعتماد تھا۔ اسی لئے آپ نے آیات کے نزول سے پہلے ہی منبر پر کھڑے ہو کر قسم اٹھا کے سیدہ عائشہ کی پاکیزگی بیان کردی تھی آپ نے فرمادیا تھا **فواللہ ما علمت من اھلی الا خیراً** (بخاری شریف ۱/۳۵۹، ۳۶۴، مسلم شریف ۲/ ۳۶۵، ۳۶۷، دلائل النبوۃ ۴/ ۶۸ وغیرہ) یعنی خدا کی قسم میرے علم کے مطابق تو میری بیوی میں کوئی برائی نہیں۔ نیز وحی کے نزول سے پہلے ہی آپ نے فتنہ پرداز عبداللہ بن ابی کو قتل کردینے کی خواہش کا اظہار فرمایا تھا۔ اگر آپ کا دل اس معاملے میں مطمئن نہ ہوتا تو آپ بر سر منبر سیدہ عائشہ کے متعلق اعلان برأت نہ

فرماتے اور عبداللہ بن ابی کو قتل کر دینے کی خواہش کا اظہار نہ فرماتے۔ رہ گئی یہ بات کہ اگر آپ اس واقعہ کے متعلق حقیقت حال کو جانتے اور باخبر تھے تو پھر حضور پریشان کیوں رہے تھے۔ اس بات کا جواب امام فخرالدین رازی نے اس طرح دیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ

انہ علیہ السللم کثیراً ما کان یضیق قلبہ من اقوال الکفار مع علمہ بفساد تلک الاقوال قال اللہ تعالی ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون (حجر نمبر ۹۷) **فکان ھذا من ھذا الباب** (تفسیر کبیر نمبر ۶ سورۂ نور) یعنی اکثر ایسا ہوتا تھا کہ نبی کریم ﷺ کافروں کی بکواسات سے پریشان اور رنجیدہ خاطر ہو جایا کرتے تھے حالانکہ آپ کو اس بات کا اچھی طرح علم ہوتا تھا کہ کافر جھوٹی بکواس کر رہے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی (سورہ الحجر میں) اس بات کا تذکرہ فرماتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''اے محبوب ﷺ ہم جانتے ہیں کہ کافروں کی بے ہودہ بکواس سے پریشان ہو جاتے ہیں'' یہ واقعہ بھی اسی طرح حضور ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی اور منافقین کے جھوٹ سے اچھی طرح واقف تھے لیکن منافقین کی بے ہودہ بکواس آپ کی بیوی پر تہمت سے اپنی عزت کا خیال فرما کر پریشان اور غمگین رہتے تھے۔ اور یہ کوئی سمجھ میں نہ آنے والی بات بھی نہیں ہے آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ جس عزت دار شخص کی پاکدامن بیوی پر تہمت لگا دی جائے اس کی پریشانی کا کیا عالم ہوگا) پتہ چلا کہ آپ لاعلمی کی وجہ سے پریشان نہیں تھے بلکہ اپنی عزت پر حرف آنے کی وجہ سے غمگین تھے، نیز آپ فرماتے ہیں:

ان القاذفین کانوا من المنافقین واتباعھم وقد عرف ان کلام العدو المفتری ضرب من الھذیان فلمجموع ھذہ القرائن کان ذالک القول معلوم الفساد قبل نزول الوحی (تفسیر کبیر سورہ نور) تہمت لگانے والے منافق تھے اور ان کے برے ساتھی تھے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ دشمنوں، مخالفوں اور مفتریوں کی باتیں صرف بکواس ہی ہوتی ہیں۔ پس ان قرائن کے مطابق منافقوں کے بے ہودہ بکواسات کا غلط ہونا حضور کو وحی نازل ہونے سے پہلے بھی معلوم تھا (اور اپنے اس گمان خیر پر صحابہ کرام سے ان کے خیالات پوچھ کر اس خیر پر ان کی گواہیاں بھی ثبت فرماتے رہے اور اعلان خداوندی کا انتظار فرماتے رہے تاکہ کسی کو آئندہ گستاخی کی جرأت نہ ہو)

ہار کا واقعہ: کہا جاتا ہے کہ دوران سفر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوگیا تو حضور ہار کو تلاش کرتے رہے اور وہاں رکے رہے۔ اگر آپ کو غیب ہوتا تو آپ وہاں رک کر ہار کی تلاش میں کیوں پریشان ہوتے۔

جواب: عربی کا مشہور مقولہ ہے: **فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ** یعنی حکیم کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ سب حکیموں سے بڑا حکیم ہے نیز نبی کریم ﷺ کی شان میں بھی فرمان خداوندی ہے **ویعلمھم الکتاب والحکمۃ** (جمعہ ۲) یعنی نبی کریم ﷺ کتاب کی بھی تعلیم دیتے ہیں اور حکمت کی بھی تعلیم دیتے ہیں تو پتہ چلا کہ آپ بھی پوری کائنات سے بڑے حکیم ہیں تب ہی باقی کائنات کو حکمت سکھاتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ بھی ذاتی، حقیقی اور بلاواسطہ حکیم ہے اور نبی کریم ﷺ بھی اللہ کی عطا سے بالواسطہ حکیم ہیں تو پھر جو بات جو پروگرام دو بلند مرتبہ حکیموں کا مرتب کردہ ہوگا اس میں تو ایک نہیں کئی حکمتیں ہوں گی۔ مصلحتیں ہوں گی، بہتریاں ہوں گی، یہ بات کسی آیت یا حدیث میں نہیں ہے کہ حضور کو ہار کا علم نہیں تھا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے بتایا نہیں، اور کسی چیز کا نہ بتانا لاعلمی پر نہیں بلکہ کسی حکمت پر بھی مبنی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ہار کا گر جانا، صحابہ کا اس عذر سے وہاں ٹھہرنا نماز کا وقت آجانا، وضو اور غسل کیلئے پانی کا موجود نہ ہونا اور اس پر صحابہ کرام کا پریشان ہونا، یہ سب کچھ ایک حکمت کے تحت عمل میں آیا تھا کہ آئندہ قیامت تک کے لوگوں پر اگر کبھی ایسا وقت آجائے کہ نماز کا وقت جارہا ہو لیکن وضو اور غسل کیلئے پانی نہ ہو تو وہ کیا کریں۔ اس قیام کی بہت سی حکمتوں میں سے ایک اور سب سے بڑی حکمت یہ تھی چنانچہ فوراً آیت نازل ہوگئی **فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیداً**

طیباً فامسحوا بوجوھکم و ایدیکم منه (مائدہ:٦) یعنی اگر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلیا کرو، (اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ مٹی پر ہاتھ مار کر) اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر مسح کرلیا کرو۔ چنانچہ جب آیت تیمم نازل ہوئی تو صحابہ کرام بہت خوش ہوئے اور جناب اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے **جزاک اللہ خیرا فو اللہ ما نزل بک امر قط الا جعل لک منه مخرجا و جعل للمسلمین فیه برکة** (بخاری شریف ۲:۶۷۷) **ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر** (بخاری ۱/۴۸، ۲/۵۱۸، ۲/۶۶۳) ما نزل بک امر تکرھینه الا جعل اللہ ذالک لک وللمسلمین فیه خیراً (بخاری ۱/۴۸) یعنی اے آل ابوبکر یہ تمہارے ذریعہ سے (ہم پر اللہ تعالیٰ کی) کوئی پہلی مرتبہ برکت نازل نہیں ہوئی بلکہ اے ام المومنین اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے جب بھی آپ کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس واقعہ میں آپ کیلئے بھی اور تمام مسلمانوں کیلئے بھی خیر و برکت (بہتریاں اور بھلائیاں) پیدا فرمادیتا ہے۔

کیوں جناب! صحابہ کرام تو اس نزول نعمت تیمم پر خوشی کا اظہار فرما رہے ہیں اور ام المومنین سیدہ عائشہ کے احسان مند ہو رہے ہیں اور اس ٹھہرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر اور برکت ملنے کا اعلان فرما رہے ہیں۔ اب تو یقیناً اس مامور من اللہ ہستی جناب محمد مصطفےٰ کریم ﷺ کے یہاں ٹھہرنے کی حکمت آپ کی سمجھ میں آگئی ہوگی۔ اور پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس شخص کا کوئی نقصان ہو جائے وہ پریشان ہوتا ہے اور اپنی گم شدہ چیز کو تلاش کرتا ہے لیکن حضور بالکل اطمینان سے سیدہ عائشہ صدیقہ کی آغوش مبارکہ میں سر رکھ کر آرام فرماتے رہے۔ ام المومنین خود بیان فرماتی ہیں **و رسول اللہ ﷺ واضع راسه علی فخذی** (بخاری ۲/۱۰۱۲) کیا اس بات کا واضح ثبوت نہیں ہے کہ آپ کے ذہن میں کوئی پریشانی نہیں تھی بلکہ خاموشی سے حکمت خداوندی کے ظہور کا انتظار فرمارہے تھے اور جب یہاں ٹھہرنے کا مقصد پورا ہو گیا اور آیت تیمم نازل ہوگئی تو فوراً آپ نے روانگی کا حکم دے دیا اور جب آپ نے اونٹ کو اٹھایا تو اسی آپ ہی کے اونٹ کے نیچے ہار پڑا تھا۔ (بخاری ص ۱/۴۸، ۲/۵۱۸، ۲/۶۶۳) آپ نے ہار اٹھایا اور حضرت عائشہ کو دے دیا۔ اگر کوئی کہے کہ چلو جی ہم مان لیتے ہیں کہ مصلحت ہی ہوگی لیکن اپنی کسی مصلحت کیلئے دوسروں کو پریشان کئے رکھنا کیسے جائز ہے۔ تو عرض ہے کہ اول تو وہاں حضور کی کوئی ذاتی منفعت نہیں تھی اس نعمت تیمم کا تعلق تمام امت کے ساتھ تھا، نیز اسی طرح جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کی تدبیر فرمائی اور اس حکمت کے تحت آپ نے پیمانہ بنیامین کے غلہ والی بوری میں رکھ دیا اور پھر محافظوں نے پیمانے کو گم پاکر اس کی تلاش شروع کی۔ چنانچہ غلے کے محافظوں نے آپ کے بھائیوں کو آواز دی **ایتھا العیر انکم لسارقون** (یوسف:۷۰) یعنی اے قافلے والو بے شک تم چور ہو۔ چنانچہ اس واقعہ سے محافظ بھی وقتی طور پر پریشان ہوئے اور آپ کے بھائی بھی کافی پریشان ہوئے لیکن یہ سب کچھ ایک مصلحت کے تحت کیا گیا تھا حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام اچھی طرح جانتے تھے کہ پیالہ کہاں ہے لیکن اگر وہ پیالہ وہاں نہ رکھا جاتا یا حضرت یوسف علیہ السلام بتادیتے کہ پیالہ وہاں ہے اور انہوں نے نہیں چرایا بلکہ میں نے خود وہاں رکھا ہے تو پھر وہ حکمت پوری نہ ہوتی۔ اور اس بات پر اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام پر کوئی الزام بھی نہیں لگایا۔ بلکہ اعلان عام فرمادیا "**کذالک کدنا لیوسف** (یوسف:۷۶) یعنی اسی طرح ہم نے (حضرت) یوسف کو یہ ترکیب بتائی تھی۔ اگر حضرت یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ کو منشائے خداوندی مانا جاسکتا ہے تو اس ہار کے گم ہونے اور اس وجہ سے صحابہ کے وہاں ٹھہرنے پھر نماز کا وقت ہونے اور پانی نہ ملنے اور آیت تیمم کے نزول کے تمام واقعہ کو منشائے خداوندی قرار دینے سے کیا چیز مانع ہے۔ اگر حضور ﷺ فوراً ہار کی نشاندہی فرمادیتے اور آپ ہار لے کر وہاں سے روانہ ہوجاتے تو کیا صحابہ کو وضو اور غسل میں دقت پیش آتی اور کیا آیت تیمم کا نزول ہوتا؟ اور اگر بالفرض حضور کو ہار کا علم نہیں تھا تو کیا اللہ تعالیٰ کو بھی علم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی دیر صحابہ کے پریشان ہونے کے بعد تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ تو اگر اللہ تعالیٰ اسی وقت ہار کی خبر دے دیتا اور حضور ﷺ ہار لے کر وہاں سے تشریف لے جاتے۔

قول ام المومنین: کہا جاتا ہے کہ ام المومنین نے فرمایا تھا کہ جو کہے آپ کو علوم خمسہ کا علم تھا اس نے جھوٹ کہا۔

(چند قابل غور پہلو)

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی حقانیت

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ

پردہ ہو لاکھ کینہ شمر و یزید کا
چھپتا نہیں جلال تمہارے شہید کا (حالی)

مومن اور منافق کی سوچ: مومن تہِ دل سے توحید و رسالت کا اقرار کرتا اور خدا اور رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) کی عظمتوں پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ اپنے سچے ایمان کی بنا پر اللہ کو اور پھر اس کے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا سب سے بڑا محبوب سمجھتا ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے:

والذین امنو اشد حبا للہ (البقرہ)

''اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں''۔

اور حدیث پاک میں ہے:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ و الناس اجمعین (بخاری ومسلم)

''تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا تا آنکہ میں اسے ماں، باپ، اولاد اور سب لوگوں سے پیارا ہو جاؤں''

وہ بندہ عشق ہوتا ہے عشق کا تقاضا یہی ہے کہ محبوب سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کو عظیم سمجھا جائے۔ چنانچہ اسے کلام اللہ، رسول اللہ، نبی اللہ، ولی اللہ اور بیت اللہ سے اس لئے محبت ہے کہ ان سب چیزوں کی نسبت اللہ سے ہے اور یوں ہی اسے شہر رسول، دیار رسول، اصحاب رسول، اہل بیت رسول اور امت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس لئے پیار ہے کہ سب کا تعلق اس کے آقا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے ہے۔

اس کے برعکس منافق، زبان سے تو مصلحتاً توحید و رسالت کا اقرار کر لیتا ہے مگر اس کا دل تصدیق سے محروم رہتا ہے۔ وہ خدا اور رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت سے یکسر خالی ہوتا ہے لہذا اس کے خانہ دل میں خدا اور رسول کی یا ان کے کسی محبوب کی محبت جلوہ گر نہیں ہو سکتی۔ وہ بندہ نفس ہوتا ہے اور اپنی ہی نفسانیت کے جنگل میں گم رہتا ہے

اللہ اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہو تو ان کی ملکیت پر یقین ہوتا ہے۔ مومن کتاب و سنت کے فیصلوں کے سامنے جھک جاتا ہے اور اپنی من مانی نہیں کرتا۔

انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا و اطعنا و اولئک ھم المفلحون ۝ (النور)

''مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا اور یہی لوگ مراد کو پہنچے''۔ (کنز الایمان)

منافق ایمان سے خالی ہوتا ہے لہذا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ بھی اسے گراں گزرتا ہے۔ وہ اپنا فیصلہ خود کرتا ہے مگر دوسروں کو دھوکا دینے کے لئے اس کو کسی نہ کسی بہانے، کوئی نہ کوئی دور کی کوڑی لا کر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ظاہر کرتا ہے۔

امت مسلمہ کا موجودہ انتشار مومنانہ اور منافقانہ سوچوں کے فرق کا نتیجہ ہے۔ مومن کا طرز فکر، طرز عمل اور طرز گفتگو خلوص، محبت اور اطاعت کا آئینہ دار ہے۔ مگر منافق اس کے برعکس ریا و تصنع، بغض و حسد اور سرکشی و بغاوت کا علمبردار ہے۔ وہ اپنی ہٹ دھرمی، کوتاہ فکری اور کج اندیشی کی بنا پر اپنی تخریب کو تعمیر اور جارحیت کو صالحیت کا نام دیتا ہے۔

واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون ۝ (البقرہ)

''اور جوان سے کہا جائے' زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں''۔

مثلاً: موجودہ فرقہ وارانہ فضا میں اہل بیت اطہار کی عظمت بھی متنازع فیہ بن کے رہ گئی ہے۔ سوچئے اس موضوع پر اگر کوئی آیت یا روایت یاد نہ بھی ہو' تو بھی ان کی تعظیم کے لئے کیا اتنا علم ہی کافی نہیں کہ وہ حضور رحمت للعالمین ﷺ کے گھر والے ہیں۔ اگر رسول خدا عظیم اور محبوب ہیں تو ان کے گھر والے بھی مومن کی نظر میں عظیم اور محبوب ہوں گے۔ یہ سوچ فطرت ایمان کا حصہ ہے مگر منافق یہاں بھی اپنا آپ دکھانے سے باز نہیں آتا۔ اسے کلمے کی کوئی شرم نہیں' خدا کا کوئی ڈر نہیں' انجام کی کوئی فکر نہیں۔ ہر طرف سے آنکھیں بند کر کے جو منہ میں آتا ہے' بکے جاتا ہے۔

اب یہاں اسی مسئلے کو لیتے ہیں اور نہایت اختصار کے ساتھ کتاب وسنت کا فیصلہ پیش کرتے ہیں۔ منافقوں کی فطرت مسخ ہو چکی ہوتی ہے لہٰذا ان سے تو امید انصاف وقبول نہیں' البتہ جو محض وسوسہ و تذبذب کا شکار ہیں' اس مضمون کو توجہ سے پڑھیں۔

اہل بیت کے بارے میں قرآنی فیصلہ:

سورۃ الشوریٰ میں ارشاد فرمایا:

قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ۔

''تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لئے اس میں اور خوبی بڑھائیں''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے۔ فرمایا: علی و فاطمة و ولد اهما (علیؓ فاطمہ اور ان کے دونوں لخت جگر) زرقانی صواعق' غور فرمائیے۔ حب اہل بیت کی تلقین کس پیارے انداز میں کی گئی ہے۔ حضور ﷺ کے احسان تبلیغ سے کس مومن کو انکار ہو سکتا ہے۔ یہ حضور ہادی کونین علیہ الصلوۃ والسلام ہی کا تو کرم ہے کہ شرک و کفر سے آلودہ جبینوں کو خدائے واحد و یکتا کے آستانے پر جھکایا' دلوں کو ایمان وعرفان سے منور کیا اور دو جہاں میں کامیابی کی راہیں کھول دیں۔

مومن اگر اس احسان عظیم کے زیر بار ہیں تو چاہیے کہ حضور ﷺ کے اہل قرابت سے محبت رکھیں۔ گویا محسن عظیم ﷺ کے افراد کنبہ سے محبت ہی اس بات کی علامت ہے کہ امتی اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کے احسان شناس اور شکر گزار ہیں۔

ہم اس قرآنی صداقت کا اپنے ماحول میں روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ جو لوگ اہل بیت اطہار کے باغی ہیں' وہ خود حضور نبی الانبیاء علیہم التحیۃ والثناء کے احسان بلکہ وسیلے تک کے منکر ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے یہ شعر ایسے ہی منکروں کے بارے میں لکھا ہے۔

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا!

اگلے جملے میں جس حسنہ (نیک کام) کا ذکر ہے' اس سے بھی بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما المودة لآل محمد ﷺ (یعنی آل رسول کی محبت) ہے۔ جملے کا مفہوم یہ نکلا کہ اہل بیت اور آل رسول کی محبت سے اعمال نیک کی توفیق بڑھ جاتی ہے۔ بار بار ان چند الفاظ پر غور فرمائیں' یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ محبت اہل بیت ایمان کی علامت اور اعمال صالحہ کی بنیاد ہے۔

حب اہل بیت اور ایمان: اب اس قرآنی حقیقت کو کہ ایمان کا حب اہل بیت سے گہرا تعلق ہے' ارشادات نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی روشنی میں مزید نکھارا جاتا ہے' بلکہ اس محبت کے دوسرے فوائد وثمرات بھی ضمناً درج کئے جاتے ہیں:

۱. عن عبد المطلب بن ربیعة قال قال رسول الله ﷺ لا یدخل فی قلب امرء ایمان الا بحب قرابتی (ترمذی)

''عبد المطلب بن ربیعہ کا بیان ہے کہ حضور کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا: کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوتا مگر میرے اہل بیت کی محبت کے ساتھ''۔

۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

والذی نفسی بیده لا یبغضنا اهل البیت احد الا ادخله الله النار (مستدرک زرقانی' صواعق)

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس کسی نے بھی ہم اہل بیت سے بغض رکھا اللہ نے اسے جہنم میں ڈالا''

۳۔انہی سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

من ابغض اهل بيتى فهو منا فق (احمد)

''جس نے بھی میرے اہل بیت سے بغض رکھا' سووہ منافق ہے''۔

۴۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ ارشاد فرماتے سنا۔آپ فرمارہے تھے۔

ايها الناس من ابغضنا اهل البيت حشر ه الله يوم القيمة يهو ديا ۔ ''اے لوگو!جس نے ہم اہل بیت سے بغض رکھا' قیامت کے دن اللہ اسے یہودی اٹھائے گا۔

۵۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق حضور رحمتہ للعالمین ﷺ فرماتے ہیں:

نحن اهل بيت مفاتيح الرحمة و موضع الرسالة ومعد ن العلم ۔ (ديلمى) ''ہم اہل بیت رحمت کی کنجیاں' محل رسالت اور علم کی کان ہیں''۔

۶۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

حب اهل بيتى نا فع فى سبع مو اطن اهوا لهن عظيمة عند الو فا ة و عند القبر و عند النشو رو عند الكتا ب وعند الحساب و عند الميز ان و عند الصر اط ۔ (جگر گوشہ رسول) ''میرے اہل بیت کی محبت سات سخت ہولناک مقامات پر فائدہ دے گی ۔ وقت وفات' قبر میں' قبر سے اٹھتے ہوئے' اعمال نامہ ملتے وقت' حساب میں' میزان پر' پل صراط عبور کرتے ہوئے''۔

۷۔حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کعبے کا دروازہ پکڑ کر روایت کی کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا

الا ان مثل اهل بيتى فيكم مثل سفينة نو ح من ركبها نجا و من تخلف عنها هلك(احمد) ''خبردار!تم میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے۔جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا' جو اس سے پیچھے رہ گیا ہلاک ہو گیا''۔

۸۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے حج میں عرفہ کے دن اپنی ناقہ قصواء پر خطبہ دیتے ہوئے سنا۔آپ فرمارہے تھے:

يا ايها الناس انى تركت فيكم ما ان اخذتم به لن تضلو ا كتاب الله و عترتى اهل بيتى (ترمذى) ''اے لوگو!میں نے تم میں وہ چیزیں چھوڑی ہیں کہ جب تک انہیں تھامے رہو گے' گمراہ نہیں ہو گے۔اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت''۔

۹۔حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی' سیدہ فاطمہ' امامین حسنین علیہم الرضوان کے بارے میں فرمایا:

انا حرب لمن حا ربهم و سلم لمن سالمهم (ترمذى) ''جو ان سے لڑے' میری اس سے لڑائی اور جس کی ان سے صلح' میری اس سے صلح ہے''۔

۱۰۔حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ارقبو ا محمد ا فى اهل بيته(بخارى)

''لحاظ کرو حضور اکرم ﷺ کا آپ کے اہل بیت میں''

الحاصل : اہل بیت کے بارے میں خدا اور رسول (جل وعلا فصل المولیٰ علیہ وسلم) کا یہی فیصلہ ہے کہ امت ان سے محبت کرے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے تو منافق' یہودی' جہنمی اور مغضوب علیہ ہے۔اللہ ہمیں اہل بیت کی سچی محبت سے سرفراز رکھے اور ان کے بغض سے محفوظ فرمائے۔حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو تربیت کے بارے میں خصوصی پیغام دیا ہے۔اسے ذہن نشین کیجئے فرماتے ہیں:

اد بوا اولاد كم علىٰ ثلاث خصال حب نبيكم و حب اهلِ بيته و قرادة القرآن(سراج منیر شرح جامع صغیر) ''اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ۔اپنے نبی ﷺ کی محبت آپ کے اہل بیت کی محبت اور قرآن خوانی''۔

ترمذی شریف کی ایک روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے تین محبتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

احبو الله لما يغذ و كم من نعمته و احبونى لحب

الـلـه و احبو ااهل بیتی لحبی۔ ''اللہ سے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمت سے رزق عطا فرماتا ہے اور اللہ کی محبت کے لئے مجھ سے محبت رکھو اور میری محبت کی خاطر میرے اہل بیت سے محبت رکھو''۔

یعنی اللہ سے اس لئے محبت رکھو کہ وہ رزاق و کریم ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی محبت اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر اللہ کی محبت حاصل نہیں ہوسکتی اور آپ کے اہل بیت سے محبت اس لئے مطلوب ہے کہ یہ حب رسول ﷺ کا تقاضا ہے۔

خوب یاد رکھیں: اللہ خود پاک ہے اور پاک ہی سے محبت فرماتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ سید الطاہرین (مخلوق میں سب سے زیادہ پاک ہیں) اور ہر صغیرہ و کبیرہ بلکہ خلاف اولیٰ سے بھی پاک و معصوم۔ آپ کے اہل بیت سے محبت کا حکم بھی اسی لئے دیا گیا۔ وہ بھی ہر گناہ اور بدعقیدگی و بداخلاقی سے محفوظ ہیں۔ یقین نہ آئے تو قرآن سے پوچھئے۔

اہل بیت پاک ہیں: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انـمـا یر ید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یـطـهـر کـم تطهیرا ٥(الا حزاب) ''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے''۔ (کنز الایمان)

اس آیت کے آگے پیچھے ازواج مطہرات کا ذکر ہے لہذا اہل بیت میں ان کا داخل ہونا تو بدیہی ہے، البتہ ان کے علاوہ متعدد روایات کے مطابق حضور پرنور ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ، سیدہ خاتون جنت اور امامین حسنین کریمین علیہم السلام کو بھی ان میں داخل کرلیا ہے۔

خطیب پاکستان علامہ محمد شفیع صاحب اوکاڑوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت نبوۃ کو ہر قسم کی اعتقادی، عملی، اخلاقی ناپاکیوں اور برائیوں سے بالکل پاک اور منزہ فرما کر قلبی صفائی، اخلاقی ستھرائی اور تزکیہ ظاہر و باطن کا وہ اعلیٰ درجہ اور مقام عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز اور فائق ہیں۔ اس طہارت کامل کے حصول کے بعد وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح تو معصوم نہیں، ہاں محفوظ ضرور ہوگئے اور احادیث صحیحہ اور تفاسیر معتبرہ کی رو سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً اہل بیت میں داخل اور اس آیت کا مصداق ہیں۔ لہذا اس آیت قرآنی پر ایمان رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کا قلب مبارک حب جاہ و مال اور ہوس اقتدار اور تمام رذائل دنیا سے پاک اور مبرا تھا کیونکہ قلبی صفائی و تطہیر کا یہ ادنیٰ درجہ ہے''۔ (امام پاک اور یزید پلید)

حضرت امام حسین کی خصوصی عظمت: سفر کربلا میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیش نظر رضائے خداوندی تھی یا حصول جاہ و مال۔ اس کا جواب مندرجہ بالا آیت میں وضاحت سے آگیا۔ یہ گویا حضرت امام کے خلوص وللّٰہیت پر قرآنی وخدائی گواہی ہے۔ اللہ کی شہادت کے بعد قطعاً کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں تھی، تاہم حضور سرور عالم نور مجسم ﷺ کے چند ارشادات بھی پیش کردیئے جاتے ہیں جو اسی شہادت کی گویا نبوی تفسیر ہیں اور مزید اطمینان قلب کا ذریعہ ہیں۔

ا۔ حسین منی و انا من حسین احب الله من احب حسینـا حسیـن سبط من الا سبا ط ۔ (ترمذی) ''حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ اسے محبت رکھے جو حسین سے محبت رکھے۔ حسین اسباط میں سے سبط ہیں''۔

پہلا جملہ انتہائی قرب کو ظاہر کر رہا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ من اللہ (یعنی اللہ کی طرف سے) ہیں۔ تو اپنے شہزادے کو منی فرمارہے ہیں (یعنی مجھ سے) حضور انور ﷺ اللہ تعالیٰ کے نمائندے، مظہر و نائب ہیں، تو سیدنا امام حسین اپنے جد امجد کے نمائندے، مظہر و نائب ہیں۔ انامن حسین (میں حسین سے ہوں) فرما کر واضح کردیا کہ امت کے لئے فیضان رسالت کا حصول سیدنا امام پاک کے وسیلے سے ہوگا اور تا قیامت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد اس کی قاسم رہے گی۔ یہ ہے قرب رسول اور دوسرے جملے میں قرب خداوندی کا ذکر۔ جسے بھی اس جگر گوشہ رسول علیٰ جدہ وعلیہ السلام سے محبت ہوگی، اللہ کا محبوب ہوجائے گا۔ تیسرا جملہ اس حقیقت کو کھول رہا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت زیادہ نسل کا سلسلہ حسینی ہوگا۔ یعنی دشمنان اہل بیت نے جس شمع حسینی کو کربلا میں گل کرنا چاہا، قیامت تک روشن رہے گی۔

بولئے، جسے اپنے خدا و رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں ایسا قرب حاصل ہے، وہ کسی وقت بھی حقانیت سے دور ہو

سکتا ہے؟

۲۔حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے سیدہ خاتون جنت علیہا السلام سے فرمایا:

الا ترضین ان تکونی سیدة نساء اهل الجنة و ابنیك سید اشباب اهل الجنة (کنزالعمال)

''کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہو اور تیرے دونوں بیٹے جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں''

اس مضمون کی بھی بہت سی احادیث ہیں۔ کیا کوئی سلیم العقل یہ تصور کر سکتا ہے کہ جنہیں جنت کے نوجوانوں کی سرداری کا منصب ملتا ہے، وہ بھی دنیوی جاہ وجلال اور معاذ اللہ، حرص وہوس کے بندے ہو سکتے ہیں۔ ان کے شایان شان تو تسلیم ورضا، صدق وصفا اور خلوص واتقا کا اعلیٰ درجہ ہونا چاہئے۔

۳۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار ابد قرار حضور سید ابرار ﷺ نے فرمایا۔

من احب الحسن والحسین فقد احبنی ومن ابغضهما فقدا بغضنی (ابن ماجه ' المستدرك)

''جس نے حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھی، اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان دو سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا''۔

سوچئے وہ شخصیت کس بلند مقام پر فائز ہے جس کی محبت حضور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی محبت ہے اور جس سے بغض خود زبان وحی کے مطابق نبی ﷺ سے بغض ہے۔ اگر نبی کریم نور مجسم ﷺ کی محبت ایمان اور ان سے بغض کفر ہے۔ تو شہزادگان شہنشاہ رسالت کے چاہنے والوں کو ایمان مبارک ہو اور ان کے دشمن کو کفر کی بشارت وصول ہو۔

یاد رکھیں محبت ہو تو عیب دکھائی نہیں دیتا اور بغض ہو تو خوبی نظر نہیں آتی۔ خدا کا شکر ہے ہم فقیر، حسنین کریمین علیہما السلام کی ہر ادا کو نگاہِ محبت سے دیکھتے ہیں اور یہی علامت ایمان ہے۔ بد بخت ہیں جو راکب دوش رسول اور جگر گوشہ بتول سے بھی سوئے ظن رکھتے ہیں۔

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنان اہل بیت!!

اس مضمون کی متعدد احادیث ہیں (جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بغض علی المرتضیٰ اور بغض حسنین رضی اللہ عنہم علامت نفاق والحاد ہے۔) یہ اہل بغض جس قسم کے ''مومن'' ہیں، ان کا امیر تو واقعی یزید پلید کو ہونا چاہئے لہذا ایسا اگر اسے امیر المومنین کہتے ہیں تو اپنے معیار کے مطابق بجا کہتے ہیں۔ جو کور چشم کفر ونفاق کو ایمان سمجھے وہ رئیس المنافقین ہی کو امیر المومنین کہہ سکتا ہے۔

۴۔بیسیوں احادیث سیدنا امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کی خبر شہادت اور وقعت شہادت پر مشتمل ہیں۔ ان میں کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس سے امام پاک کی مظلومیت کا اور حقانیت کا تصور نہ ابھرتا ہو۔ مثلاً حضرت انس بن حارث (صحابی رسول) فرماتے ہیں:

سمعت رسول الله ﷺ یقول ان ابنی هذا یقتل بارض یقال لها کر بلاء فمن یشهد ذلك منکم فلینصره ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا: میرا یہ بیٹا اس زمین میں قتل کر دیا جائے گا جسے کربلا کہتے ہیں تو تم میں سے جو بھی وہاں موجود ہو اس کی مدد کرے''۔

چنانچہ حضرت انس بن حارث رضی اللہ عنہ کربلا میں گئے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہیں شہید ہو گئے۔ (سر الشہادتین، البدایہ والنہایہ، خصائص کبریٰ)

۵۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لم یکن احد اشبه بالنبی ﷺ من الحسن بن علی وقال فی الحسین ایضاً کان اشبههم برسول الله ﷺ (بخاری) ''حضرت حسن بن علی سے زیادہ کوئی بھی نبی اکرم ﷺ سے مشابہ نہیں تھا اور جناب حسین کے بارے میں بھی یونہی فرمایا کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ ہم شکل تھے''۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ القوی نے خوب فرمایا:

معدوم نہ تھا سایہ شاہِ ثقلین
اس نور کی جلوہ گہ تھی ذات حسنین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے

آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

روایات میں موجود ہے کہ یہودیوں کے مشہور عالم حضرت عبداللہ بن سلام نے جونہی حضور پرنور علیہ کا چہرہ زیبا دیکھا' پہچان گئے

انه وجهه ليس بو جه الكذاب

''یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا''

سوچئے اگر شہنشاہ حسن و جمال علیہ کا چہرہ زیبا آپ کی صداقت وحقانیت کی دلیل ہے تو جو آپ کا ہم شکل اور آپ کے حسن جمال کا پرتو ہوگا' اس کا چہرہ صداقت وحقانیت کی دلیل کیوں نہیں ہوگا۔

یزید پلید سیرت کے اعتبار سے ہی زانی' شرابی (شراب کو حلال سمجھ کر پینے والا) کتوں اور بندروں سے کھیلنے والا' ظالم اور نماز سے غافل ہی نہ تھا (عام کتابیں) بلکہ صورت کے اعتبار سے بھی نہایت مکروہ تھا۔ نہایت موٹا' بدنما' کثیر الشعر (یعنی بہت بالوں والا) تھا' (سوانح کربلا) جناب نادم صابری صاحب فرماتے ہیں:

کثافت اور جہالت کا یہ پیکر ' ظلم کا بانی
شقی ازلی ' کمینہ ' تند خو ' غول بیابانی
جبیں کوتاہ ' فربہ پیٹ ' دل تاریک اور بدظن
حیا و شرم سے عاری ' وفا و رحم کا دشمن
سمٹ کر ساری دنیا کی نحوست اس میں آئی تھی
کہ شیطان لعیں نے خود یزیدی شکل پائی تھی
یہ بد کردار ' نانجار ' کج گفتار' دیوانہ
نشاط و عیش کا پتلا ' غم عقبیٰ سے بیگانہ

صورت وسیرت کے وارث: شہزادگان والاشان صرف حسن صورت ہی میں حضور مطلع حسن وجمال علیہ کے مظہر نہیں تھے۔ (جیسا کہ اوپر گزرا) بلکہ کمال سیرت میں بھی صاحب خلق عظیم حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وارث کامل تھے۔ چنانچہ روایات شاہد ہیں کہ وصال شریف سے چندروز قبل آپ کی خدمت میں حضرت سیدہ بتول زہرا سلام اللہ علیٰ ابیہا وعلیہا حاضر ہوکر عرض گزار ہوئیں کہ اپنے ان بیٹوں کو بھی کوئی چیز عطا فرما جائیں۔ مختلف روایات کے مطابق ارشاد عالی ہوا:

(۱)۔ اما الحسن فقد نحلته حلمي و هيبتي و اما الحسين فقد نحلته نجد تي وجو دی ۔ ''حسن کو میں نے اپنا حلم اور اپنی ہیبت عطا کی اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا''۔

(۲) نحلت هذا الكبير المهابة والحلم و نحلت هذا الصغير المحبة والرضا ''اس بڑے کو میں نے ہیبت وحلم سے نوازا اور اس چھوٹے کو محبت ورضا کی نعمت دی''۔

خود حضور رحمۃ للعالمین علیہ جن صاحبزادگان ذی قدر کو اپنی تجلیات سیرت سے نواز رہے ہیں' ان کے صدق وصفا میں شبہ کرنا بدبختی نہیں تو کیا' ہے۔

سیدنا امام پاک خود معیار حق ہیں: ان چند آیات و روایات پر ایک نظر پھر ڈال کر انصاف کیجئے' کیا محرم ۶۱ھ میں جب معرکہ کربلا پیش آیا' دنیا کے کسی خطے میں کوئی ایسا شخص موجود تھا' جسے کسی پہلو میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہم پلہ قرار دیا جاسکے۔ جب علم و فضل' زہد وتقویٰ' کمالات سیرت وصورت اور حسب ونسب میں آپ ہی زمانے کے بہترین فرد تھے' تو پھر آپ کے فیصلے ہی کو بہترین کیوں نہ مانا جائے۔ چودہویں صدی کا وہ مرد کامل جو صاحب حضوری ہے' حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہدایات لئے بغیر ایک قدم نہیں اٹھاتا تو وہ شخصیت جس کے کانوں میں خود حضور علیہ نے اذان واقامت فرمائی' جس کی تحنیک اپنے لعاب دہن مبارک سے فرمائی' جس کا نام خود حسین رکھا' جسے اپنے مبارک کاندھوں پر سوار کرتے' جس کے لئے سجدے لمبے کر دیتے اور جسے خطبہ چھوڑ کر اٹھانے آجاتے' جس نے سیدہ نساء العالمین کا مقدس دودھ پیا اور اپنے والد گرامی باب مدینۃ العلم سیدنا علی المرتضیٰ سے تربیت پائی (صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم) اس کے بارے میں یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی رضا کے بغیر ہی مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ اور وہاں سے کربلا چلے گئے' چنانچہ مکہ مکرمہ سے ابھی کربلا کی طرف روانہ ہوئے ہی تھے کہ آپ کے بہنوئی حضرت عبد اللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہما نے آپ کو پیچھے سے آکر بہت روکا مگر آپ واپس نہ ہوئے تو انہوں نے اس کی وجہ پوچھی۔ حضرت امام نے فرمایا۔

انی رایت رسول الله ﷺ فی المنام و قد امرنی فيها بامر و انا ما من له علی کان اولی فقالا و

ماتلك الرءيا ؟ قال ما حدثت بها احدا و ما انا محدث بها حتیٰ القیٰ ربی (طبری وغیرہ) "میں نے خواب میں حضور رسول خدا ﷺ کی زیارت کی۔ آپ نے اس خواب میں مجھے ایک حکم دیا ہے جسے میں ضرور پورا کروں گا۔ خواہ اب وہ بظاہر میرے خلاف پڑے یا موافق انہوں نے کہا: وہ خواب کیا ہے؟ فرمایا: نہ میں نے اب تک کسی سے بیان کیا ہے اور نہ کروں گا' یہاں تک کہ اپنے رب سے جاملوں"۔

کامل ترین شہادت: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ' جو دور آخر میں اہل شریعت و اہل طریقت کے بہترین ترجمان اور کتاب و سنت کے اسرار پر واضح عبور رکھتے ہیں' اپنی کتاب "سر الشہادتین" میں سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو کامل ترین قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک کامل ترین شہادت یہ ہے کہ شہید پردیس میں ہو' اس پر پانی بند کردیا جائے' بیوی بچے اور دیگر افراد کنبہ اور اعزہ و اقارب ساتھ ہوں اور ان کی اکثریت کو اس شہید اعظم کی آنکھوں کے سامنے خاک وخون میں ملایا جائے۔ آخر میں اسے شہید کر کے اس کی لاش کو گھوڑوں' اونٹوں کے پاؤں تلے روندا جائے۔ شہادت کے بعد اس کا ساز و سامان لوٹ کر بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کو قیدی بنالیا جائے اور انہیں گلی کوچوں میں پھرایا جائے۔

ظاہر ہے کہ ایسی کامل ترین شہادت سیدنا امام حسین علیٰ جدہ و علیہ السلام کے سوا کسے ملی۔ برا ہو بغض و تعصب کا کہ عام شہداء کی عظمت کو تو سلام کیا جائے بلکہ بعض اوقات اپنی صوابدید پر کسی کو شہادت کے عظیم منصب پر فائز کردیا جائے مگر نواسہ رسول و جگر گوشہ بتول (جس نے راہ حق میں اپنا اور اپنے عزیزوں' بھائیوں' بھتیجوں' بھانجوں بلکہ بیٹوں کا سر کٹایا) کی سورج سے زیادہ چمکتی شہادت کا انکار کیا جائے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

ع تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہل بیت!

امت کا سلام: آپ روایات دیکھ چکے ہیں کہ حضرت امام حسین اور دیگر اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے دشمن اور مبغض کو منافق' یہودی' کافر وغیرہ فرمایا گیا اور محبت اہل بیت کو ایمان کی علامت' جنت کی ضمانت اور رضائے خدا اور رسول اللہ (ﷺ) کی شرط قرار دیا گیا۔ پھر کون ایمان کا مدعی ہوگا جسے گلشن مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) کے ہر پھول اور ہر کلی سے پیار نہ ہو۔ چنانچہ امت کے طبقہ اول یعنی صحابہ کرام سے لے کر تابعین' تبع تابعین' مجتہدین' مجددین' مفسرین' اولیاء' اصفیاء' ہمیشہ ہمیشہ اپنے انداز میں اہل بیت اطہار کے گن گاتے رہے اور گاتے ہیں۔ مخالفین اہل بیت اپنی پوری کوشش کر کے امت کی تاریخ میں کوئی ایسا مسلمہ حیثیت کا بزرگ دکھا تو دیں جسے خانوادہ رسول علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام کے فضائل سے انکار ہو۔ جو شخص جب بھی ان سے باغی ہوا' قوم نے اسے مردود' ملعون اور خارجی وجہنمی سمجھا۔ رافضی وہ نہیں جو محبت اہل بیت سے سرشار ہے بلکہ جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیر ہے۔ حقیقت وہی جو سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بیان فرمائی یعنی محبت اہل بیت سرمایہ اہل سنت است (اہل بیت کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے)۔

یزید کی بدبختی و بدکرداری: سیدنا امام پاک علیٰ جدہ وعلیہ السلام کی حقانیت کو مزید سمجھنے کے لئے یزید کی اپنی سیرت کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ہمارے نزدیک تو اس کی بدبختی کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ وہ جگر گوشہ رسول علیہما السلام کے مقابل آیا' نا اہل ہونے کے باوجود ان سے بیعت کا آرزومند اور پھر خون کا پیاسا ہوا۔ کربلا کی سرزمین میں جو ظلم و ستم اس نے خانوادہ رسول علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام پر ڈھائے' بقول حضرت مجدد علیہ الرحمہ کوئی کافر فرنگ بھی نہیں ڈھا سکتا۔ پھر اسیران اہل بیت کو اونٹوں کی ننگی پشتوں پر باندھ کر شہر بہ شہر پھرانا بدترین شقاوت نہیں تو کیا ہے۔ ہاں ہاں وہ اپنے وقت کا فرعون تھا اور اپنے دور میں باطل کی قوت کا نمائندہ' جس طرح سیدنا امام حسین علیہ السلام حق کے مظہر اور علامت وعلمبردار۔ بقول اقبال

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
این دوقوت از حیات آمد پدید

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت وجلالت اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ انہیں فرعون جیسے ملعون کا قلع قمع کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا اور دنیائے کفر میں فرعون کی خباثت واہمیت کا اندازہ یوں بھی کیا جا سکتا ہے کہ اسے دبانے کے لئے خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو بھیجا۔ اسی طرح نواسہ رسول ثقلین سیدنا امام

حسین علیٰ جدہ وعلیہ السلام کی عظمت اپنی حسی ونسبی طہارتوں اور زبان وحی کی بشارتوں کے علاوہ اس بات سے بھی واشگاف ہو جاتی ہے کہ آپ کو کسی معمولی بدبخت کا مقابلہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس پیکر شقاوت کو دبانے کے لئے چنا گیا جس کے بارے میں خود سرور کائنات ہادی اعظم ﷺ فرما چکے تھے۔

۱۔ لا یزال امر امتی قائما بالقسط حتیٰ یکون اول من یثلمه رجل من بنی امیه یقال له یز ید (مسند فردوس دیلمی، تطہیر الجنان، صواعق محرقہ) ''میری امت کا معاملہ حق وانصاف پر قائم رہے گا حتیٰ کہ ایک شخص رخنہ اندازی کرے گا جس کا نام یزید ہوگا''۔

۲۔ اول من یبد ل سنتی رجل من بنی امیه یقال له یـز ید (البدایہ والنہایہ، تاریخ الخلفاء، ماثبت من السنۃ) ''سب سے پہلے میرے طریقے کو جو بدلے گا، بنی امیہ کا شخص ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا''۔

رضائے حق اور تحفظ اسلام کی خاطر سر کٹا کر اگر امام حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں تو اسلام کا حلیہ بگاڑنے اور کربلا (پھر مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ) میں بدترین مظالم ڈھا کر یزید جہنمیوں کا سرخیل کیوں نہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ اس کے خلاف تھے تو کسی دنیوی لالچ کی بنا پر نہیں (اگر چہ مخالفت دنیا کے جاہ ومال کی خاطر ہوتی تو کوفیوں کی بے وفائی دیکھ لینے کے بعد دنیاوی فائدہ سرکٹانے کی بجائے سر بچانے میں تھا، کیونکہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کا اقرار کربلا میں بھی ہو جاتا تو زر ومال کے ڈھیر لگ جاتے اور کسی کی جان بھی نہ جاتی) یہ مخالفت محض اس کے فسق وفجور کی بنا پر تھی۔ چنانچہ کربلا کے میدان میں آپ نے کلمہ حق اس طرح بلند کیا۔ (اس وقت جب اپنے عزیز راہ حق میں شہید ہو چکے تھے، یزیدیوں کا کردار آپ نے بیان کرتے ہوئے فرمایا)

الا ان ھو لا ء قد لزمو ا طاعة الشیطن و تر کوا طاعة الرحمن و اظھر و الفساد و عطلو ا الحدود و استا ثرو ا بالفی و احلوا حرام الله و حرمو ا حلا لـه و انـا احق مـن غیـر (تاریخ ابن خلدون، طبری وغیرہ)

''خبردار، انہوں نے شیطان کی پیروی کو لازم پکڑا اور رحمان کی فرمانبرداری چھوڑی۔ فساد برپا کیا اور حدود معطل کردیں۔ فے کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں، اللہ کے حرام کو حلال اور اس کے حرام کو حلال ٹھہرالیا ہے۔ اور میں سب سے زیادہ حقدار ہوں کہ اس کے خلاف اٹھوں''۔

مشہور مورخ علامہ حافظ ابن کثیر نے اس کی سیرت کا جو نقشہ کھینچا ہے، اس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

''بے شک روایت کیا گیا ہے کہ یزید مشہور تھا آلات لہو ولعب کے ساتھ، شراب پینے، گیت سننے، شکار کھیلنے، بے ریش لڑکوں کو رکھنے، چھینے بجانے، کتے رکھنے اور سینگوں والے دنبوں، ریچھوں اور بندروں کو باہم لڑانے میں۔ ہر روز شراب میں مست رہتا۔ بندروں کو زین شدہ گھوڑوں پر سوار کر کے دوڑاتا اور ان کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں رکھتا اور لڑکوں کے سروں پر بھی (سونے کی ٹوپیاں رکھتا تھا) اور گھوڑوں کی ریس کراتا۔ جب کوئی بندر مرجاتا، یزید اس کا سوگ مناتا۔ ایک روایت کے مطابق اس کی موت کا سبب بھی ایک بندر ہی بنا۔ یہ اسے اچھال رہا تھا کہ اس نے اسے کاٹ ڈالا''۔ (البدایہ والنہایہ)

مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں یزیدی مظالم: یزید نے کربلائے معلیٰ میں ظلم کے پہاڑ توڑنے کے بعد مدینہ منورہ سر کرنے کے لئے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا جس نے تین دن تک یہاں لوٹ مار اور قتل وغارت کا بازار گرم رکھا۔ صحابہ کرام اور تابعین جو شہید ہوئے سترہ سو کے لگ بھگ تھے اور عام مرد عورت اور بچے دس ہزار۔ مسجد نبوی میں گھوڑے دوڑاتے تھے اور یہاں سعید بن المسیب حضور ﷺ کے حجرہ مقدسہ سے اذان کی آواز سن کر نماز پڑھتے تھے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی شرمناک حرکتیں کیں اور یہ سب کچھ یزید کی اجازت وہدایت سے تھا۔ (عام کتابیں) پھر یہ لشکر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا تو مسلم بن عقبہ، جسے مسلم کی بجائے مسرف بھی کہتے ہیں، راستے میں مرگیا۔ حصین بن نمیر اب سالار لشکر تھا اور مسرف کی طرح پلید اور ظالم۔ اس نے کعبہ مکرمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

کے فدیے کے سینگ، جو اب تک محفوظ تھے ان یزیدیوں کی آتش بازی و سنگ باری کے ساتھ جلے اور کعبہ مقدسہ کی چھت بھی۔

یزید کا ذکر حدیث میں: آپ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں احادیث دیکھیں، جن کے نفس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ

ا۔ آپ خدا اور رسول کے محبوب ہیں۔ جو ان سے محبت رکھے وہ ہی خدا کا محبوب بن جائے۔

۲۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے جد امجد حضور ﷺ کے ساتھ قرب رکھتے ہیں کہ دور ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (پھر وہ ہدایت سے دور کیسے ہو سکتے ہیں)

۳۔ یہ حضور محبوب خدا ﷺ کے ہم شکل ہیں (اور یہ ہم شکل ہونا بھی حقانیت کی واضح دلیل ہے)

۴۔ یہ اپنے بھائی سمیت جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور رسول اللہ کے نور نظر۔ (ﷺ)

۵۔ ان کی صلح سید عالم ﷺ کی صلح اور ان کی جنگ حضور خواجہ کونین ﷺ کی جنگ۔ (پھر یزید اور اس کی ساری پارٹی کا مقام پہچان لیجئے)

۶۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے پھول ہیں۔

۷۔ اہل بیت خصوصاً پنجتن پاک میں شامل ہونے سے ان کی محبت علامت ایمان اور بغض علامت کفر و نفاق و یہودیت ہے۔

تفصیل میں جایئے تو ہر وہ حدیث، جس میں علم و فضل، زہد و تقویٰ، عطا و سخا، غزا و جہاد کی فضیلت بیان کی گئی ہے، سب کا مصداق امام حسین رضی اللہ عنہ کو قرار دیا جا سکتا ہے۔

اب آیئے یزید کا ذکر احادیث شریفہ میں تلاش کریں۔ دو حدیثیں تو اوپر آگئیں، جن میں صراحت کے ساتھ یزید کا نام لے کر اسے سنت رسول کا اولین تبدیل کرنے والا ٹھہرایا گیا ہے۔

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا:

هلكة امتى على يد غلمة من قريش

"میری امت کی ہلاکت قریش کے نوجوانوں کے ہاتھ سے ہوگی"۔

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ ان ہلاک کرنے والوں میں پہلا جوان یزید تھا۔

۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابوہریرہ کے متعلق ایک روایت ہے

ان ابا هريرة كان يمشى فى السوق و يقول اللهم لا تدركنى سنه ستين و امارة الصبيان۔ "بے شک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے ہوئے دعا کرتے جاتے تھے کہ اے اللہ مجھے ۶۰ ھ اور لڑکوں کی حکومت تک زندہ نہ رکھنا"۔

(یاد رہے کہ یزید کی تخت نشینی ۶۰ ھ میں ہوئی، چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور حضرت ابوہریرہ ۵۹ ھ میں وصال فرما گئے)۔

اہل بیت کے دشمنوں کے بارے میں جو بیسیوں احادیث کتابوں میں آئی ہیں، وہ سب یزید پر ٹھیک ٹھیک نشانہ کرتی ہیں۔ حرمین شریفین کی بے حرمتی کرنے والوں کا ذکر جن احادیث میں آیا، وہ بھی گویا یزید کے بارے میں ہیں۔

حدیث قسطنطنیہ: یزید کے عشاق اسے جنتی ثابت کرنے کے لئے چند الفاظ پر مشتمل ایک حدیث کا ٹکڑا ڈھونڈ لائے ہیں اور وہ حسب ذیل ہے

اول جيش ميں امتى يغزون مدينه قيصر مغفور لهم

(بخاری شریف، ج ۱، ص ۴۱۰) "میری امت کا پہلا لشکر، جو قیصر روم کے شہر میں جنگ کرے گا، بخشا جائے گا"۔

یزیدیوں کے نزدیک یزید اس لشکر کا سالار تھا، جس نے سب سے پہلے قسطنطنیہ پر حملہ کیا لہٰذا وہ یقیناً جنتی ہے۔ جواباً گزارش ہے کہ

ا۔ اس حدیث کے راویوں میں پانچ شامی ہیں اور وہ سب علم اسماء الرجال کے مطابق محدثین کی نظر میں جھوٹے یا مجہول ہیں۔ (تفصیل دیکھئے کتاب "کردار یزید" مصنفہ علامہ حکیم شفقات احمد صاحب، جو اس موضوع پر بہترین تحقیقی کتاب ہے)

۲۔ تقریباً اسی مضمون کی باقی سب حدیثیں جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ذریعے امت تک پہنچی ہیں، بشارت کے مضمون سے خالی ہیں اور سند و متن کے اعتبار سے زیادہ محفوظ بھی۔

۳۔ شہر قیصر سے بعض نے "حمص" مراد لیا ہے کیونکہ حضور ﷺ کے ارشاد کے وقت قیصر روم یہیں تھا۔

۴۔ قسطنطنیہ پر بھی پہلا حملہ ۳۲ ھ میں ہوا، جبکہ خلیفہ ثالث کا زمانہ تھا (اور یزید کی عمر اس وقت ۵ یا ۶ یا ۷ سال کی تھی کیونکہ اس کی پیدائش ۲۵ یا ۲۷ ھ

میں ہوئی)

۵۔ یزید والے لشکر سے پہلے ابوداؤد شریف کی روایت کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما بھی اس پر حملہ آور ہو چکے تھے۔

۶۔ جس لشکر میں یزید شامل ہوا' اس کی سر کردگی بھی حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ وہ ۵۰ ھ میں روانہ ہوئے اور یزید کو بعد میں ۵۱ ھ میں یا ۵۲ ھ میں جبراً بھیجا گیا)

۷۔ جسے سزا کے طور پر جہاد میں بھیجا جائے' وہ کسی ثواب و بشارت کا مستحق نہیں ہوتا۔

۸۔ اگر یزید بشارت کا مستحق بھی ہوتو زیادہ سے زیادہ اس کے گزشتہ گناہ معاف ہوئے' جیسا کہ علم حدیث سے واقفیت رکھنے والوں سے مخفی نہیں۔

۹۔ بعض کے نزدیک صرف حملہ کرنے والوں کے لئے یہ بشارت نہیں بلکہ شہر کو فتح کرنے والے اس کے مستحق ہیں۔ لہذا اگر یہ بشارت بھی ہے تو فتح کرنے والوں کے متعلق ہے اور وہ ہے سلطان محمد فاتح جس نے ۸۵۷ ھ میں اسے فتح کیا۔

انصاف کی بات: حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل میں اتنی حدیثیں ہیں کہ ہر محدث نے باقاعدہ باب باندھ کر انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے مگر یزیدیوں کو ان میں سے کوئی حدیث بھی پسند نہیں اور کسی حدیث پر ان کا ایمان نہیں' حتیٰ کہ قرآن مقدس کی جن آیات کا تعلق توصیف اہل بیت سے ہے' ان کی نظر سے اوجھل ہیں۔ یزید کا کردار جن احادیث میں صراحت سے آیا' انہیں ان سے بھی سروکار نہیں اور محدثین ومورخین کی وہ محققانہ گواہیاں جو یزید کے ظلم وستم کو بے نقاب کرتی ہیں' انہیں متاثر نہیں کرسکیں۔ ان کی عمر بھر کی کمائی' جس سے یزید کو جنتی بنا ڈالیں' یہی بخاری شریف کے چند الفاظ ہیں جن سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا' مگر شور ہے کہ مچائے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ گستاخی جب کسی طبیعت پر چھا جاتی ہے تو اس کے معیار ہی بدل جاتے ہیں۔ گستاخ کے لئے کوئی دلیل کارگر نہیں۔ آج کا دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو حکیم الامت مانتا ہے' جامع المجدد دین کہتا ہے' اور ان کی ان تمام گستاخانہ عبارات کو کتاب وسنت کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے' جن سے ایک جہان پریشان ہے مگر اسی دیوبندی کو کہہ دیں کہ مولانا موصوف نے نشر الطیب کے اولین باب میں نور محمدی کی حقانیت پہ دلائل دیئے ہیں تو وہ نہیں مانے گا۔ اب تھانوی صاحب معتبر نہیں رہے۔ یہ کہا جائے کہ تھانوی نے احادیث سے مسئلہ نور ثابت کیا ہے۔ تو بھی ان احادیث کا انکار روا رکھا جائے گا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کتب احادیث و تفاسیر میں سینکڑوں روایات ہیں مگر منکرین کو ان سے واسطہ نہیں مگر بخاری شریف کے چند الفاظ کو کس طرح حرز جاں بنائے ہوئے ہیں۔

آخر اس بات پر غور تو کریں کہ انہیں یزید کی بخشش سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟ حقیقت یہ ہے اس خبیث نے خانوادہ رسول کو ذبح کر کے ہر دشمن رسول کا دل ٹھنڈا کیا ہے اور چونکہ یہ دشمنان رسول ہیں لہذا یہ بھی خوش ہیں۔ ان کے نزدیک ایمان گستاخی رسول کا نام ہے لہذا ان کا امیر المومنین وہی ہونا چاہئے جو سب سے بڑا گستاخ رسول ہو اور یزید ایسا ہی تھا۔ آپ تحقیق کریں' سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ' مکہ' راہ کربلا اور پھر کربلا میں بار بار یزید کے کردار پر تبصرہ کیا۔ کسی نے یزید کی صفائی پیش نہیں کی۔ بیعت پر تو مجبور کرنا چاہا مگر اسے صالح اور حق پرست نہ کہا۔ یہ حدیث اگر یزید کی فضیلت ثابت کرسکتی تو وہ خود یا اس کا بیٹا خالد' جو بظاہر بڑا عالم بھی تھا' اس کا حوالہ دیتا مگر اس وقت کہیں سے یزید کو جنتی کہنے کی صدا بلند نہیں ہوئی' حتیٰ کہ یزیدی لشکر کا سالار عمرو بن سعد یہ جانتا تھا کہ حسین پاک رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آنا دوزخ میں جانا ہے مگر حرص وہوس نے اسے قبول حق سے محروم رکھا۔ مگر پھر بھی دور حاضر کے یزیدی "مدعی ست گواہ چست" کے مطابق اسے وہاں گھسیٹ کر بھیجنا چاہتے ہیں جہاں کی بو تک اس کے جرم کی بنا پر اس سے بھی دور ہوگئی ہے کیونکہ

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنان اہل بیت

ہر نعمت کا مالک خداوند کریم اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل محبت اہل بیت کی نعمت عطا فرمائے اور یزیدیوں' شمریوں' ابن زیادیوں کی سوچ سے محفوظ رکھے۔ آمین

......☆......

تقریر: حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

حب آل رسول

ترتیب: علامہ محمد سعید عامر آسوی حسینی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل لا اسلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ

حضرات گرامی! اسلامی تقویم کا نیا سال شروع ہو چکا ہے۔ ۱۴۳۴ھ محرم شریف کا پہلا عشرہ امت مسلمہ سرکار دو عالم، نور مجسم، شفیع معظم حضور احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اہل بیت کی یاد کے لئے وقف کرتی ہے۔ ہر کہیں مسلمان اہل بیت علیہم الرضوان کی یاد مناتے ہیں۔ ان کے نام پہ لنگر جاری ہوتے ہیں۔ ایصال ثواب کی صورتیں پیدا کی جاتی ہیں۔ اور دن رات کا بیشتر حصہ ان کی یاد میں گزارا جاتا ہے۔ امت مسلمہ اس گئے گزرے دور میں اپنی پوری غفلت اور کوتاہیوں کے باوجود بھی الحمدللہ یہ سبق نہیں بھولی کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس امت پہ سب سے زیادہ احسانات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت اطہار کے ہیں۔ آپ نے یہ بات کہاں سے سمجھی کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے زیادہ احسانات اس امت پر آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار کے ہیں۔ یہ بات ساری امت میں مسلم ہے اسلئے **اللھم صل علی سید نا محمد و علیٰ ال سید نا محمد** نماز میں یہ درود پڑھتے ہیں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور آپ کی آل پر۔ ان کے لئے برکتیں مانگیں جاتی ہیں۔

اللھم بارک علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد

حضور پر درود اسلئے کہ حضور محسن اعظم ہیں۔ اور حضور اکرم ﷺ کے بعد حضور کی آل پاک محسن اعظم ہے۔ آل کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ ماننے والے۔ اس میں کیا شک ہے کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت ماننے والے میں سے بھی ہیں اور ان کے گھر کے افراد بھی ہیں۔ ہم سب صحابہ کرام کے غلام ہیں اور صحابہ کرام نے ہمیں اہل بیت کی شان بتائی ہے۔ لیکن یہ جو اولین اہل بیت ہیں یہ صحابہ کرام بھی تو ہیں۔ جناب سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علی ابیہا وعلیہا، حضور کے صاحبزادے، حضور کی صاحبزادیاں یہ سب اصحاب رسول بھی ہیں۔ صحابی کسے کہتے ہیں؟ جس شخص نے جس مسلمان نے حضور اکرم ﷺ کو ایمان کے ساتھ دیکھا، اور ایمان پر ہی خاتمہ ہوا وہ صحابی ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بلکہ وہ سب جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قریب سے دیکھا، ان کی شان کوئی کیسے بیان کرسکتا ہے۔

بہرحال یہ دن اہل بیت اطہار کے دن ہیں۔ ان کی یاد کے دن ہیں۔ ان کی محبت کے گیت گائے جاتے ہیں۔ ان کی عظیم قربانیاں بالخصوص شہزادہ کونین، شہزادہ گلگوں قبا، شہید دشت کرب وبلا، جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو عظیم قربانی ہے وہ صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں، انسانیت کے لئے بھی باعث فخر ہے۔

سکھ، عیسائی، یہودی، پارسی سب آپ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور اہل بیت اطہار کی محبت یہ ایمان کی نشانی ہے۔ جس کے دل میں بھی اہل بیت کا بغض ہوگا، وہ لاکھ کلمہ پڑھے، بات نہیں بنے گی۔ ہمارا اور شیعہ حضرات کا یہ فرق نہیں ہے کہ وہ اہل بیت کو مانتے ہیں۔ اور معاذ اللہ ہم نہیں مانتے۔ یہ فرق نہیں ہے۔ فرق یہ ہے، ایک فرق یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام کے دشمن ہیں ہم (اہل بیت کے علاوہ) صحابہ کرام کے بھی غلام ہیں۔ ہمارے نزدیک معیار اہل بیت ہیں۔ جب اہل بیت اطہار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ فاروق اعظم کو امیر المومنین کہتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جب آخری وقت آتا ہے تو دونوں شہزادے ان کی دروازے پر پہرا دیتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی کیا شان ہے، خصوصاً نبی پاک علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے یہ پہلے تین یار ہیں۔ کوئی پیر کہے کہ فلاں آدمی بہت اچھا ہے' مرید کہے میں تو نہیں مانتا، تو کیا یہ مرید ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ غلام اور آقا میں کیا فرق ہے؟

غلام کا اپنا پروگرام کوئی نہیں ہوتا۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جس زمانے میں غلاموں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ ایک شخص نے غلام خریدا۔ غلام سے پوچھا' تو کیا کھائے گا؟ اس نے کہا جو آقا کھلائے گا۔ آقا نے کہا تو کیا پیئے گا؟ غلام نے کہا جو آقا پلائے گا۔ (پھر سوال کیا) تو کیا پہنے گا؟ اس نے کہا جو آقا پہنائے گا۔ (پوچھا) تو کہاں رہے گا؟ کہا' جہاں آقا رکھے گا۔ یہ ہے غلام کی شان۔ اس کا اپنا پروگرام کوئی نہیں ہوتا' مالک کا ہی پروگرام ہوتا ہے۔ تو اہل بیت اطہار کے ہم غلام ہیں۔ جن کو وہ امیر المومنین کہتے تھے، ہم بھی ان کو امیر المومنین کہتے ہیں۔ جن کے پیچھے وہ نمازیں پڑھتے تھے۔ ہم ان کو امام سمجھتے ہیں۔ جن کے ساتھ اہل بیت نے صلح کی، ہماری بھی ان کے ساتھ صلح ہے۔ جن کے ساتھ انہوں نے جنگ کی، ہماری بھی ان کے ساتھ جنگ ہے۔ اسلئے اہل بیت کے ماننے کے سلسلے میں ہم الحمد للہ آگے ہیں۔ بلکہ بعض لوگ جو اہل بیت کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک چار پانچ ہی اہل بیت ہیں۔ باقی سب کا انکار کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں سے ہیں۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیاں ہیں، وہ بھی سب کی سب اہل بیت میں شامل ہیں۔ صرف ایک نہیں' سب اہل بیت میں ہیں۔ حضور کے صاحبزادے بھی اہل بیت میں ہیں۔ اسلئے اہل بیت کو تو ہم زیادہ مانتے ہیں۔ وہ تو اہل بیت میں سے چار پانچ افراد کو مانتے ہیں۔ باقی سب کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ ہدایت دے۔ تو اہل بیت اطہار کی محبت جو ہے، یہ ایمان کی نشانی ہے۔ اہل بیت اطہار کی محبت ایمان کامل کی دلیل ہے۔

اب دیکھیں' ایک حدیث پاک میں آپ کو سناتا ہوں۔ شاید یہی حدیث پاک' اگر اس کو آپ غور سے سنیں تو میرے لئے' آپ کے لئے عمل کی راہیں کھول دے۔ اور میرا بیان کرنا اور آپ کا سننا اور ماننا' عین ممکن ہے' اسی سے ہماری بخشش ہو جائے (حدیث سے پہلے یہ دیکھو کہ قرآن پاک میں آیا ہے۔ **قل لااسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ**

اے پیارے محبوب! فرما دو۔ کہ اے لوگو میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ کس بات پر؟ یہ جو میں نے تمہیں تبلیغ کی ہے' اللہ کی معرفت کرائی ہے۔ ہزاروں لاکھوں خداؤں سے بچا کر ایک سچے خدا کے آستانے پر تمہیں جھکایا ہے۔ توحید کی دولت سے تمہیں مالا مال کیا ہے۔ قرآن جیسی کتاب لا کر دی ہے۔ اسلام جیسا نظام تمہیں بخشا ہے۔ رب تعالیٰ فرمایا ہے، اے محبوب ان سے کہہ دے کہ ان تمام احسانات کے باوجود اور ان تمام احسانات پر میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، کوئی صلہ نہیں مانگتا، اور اگر تم صلہ دینا ہی چاہتے ہو، میرے احسانات کا شکر ادا کرنا چاہتے ہو تو پھر **الا المودة فی القربیٰ** ۔ جو میرے قریبی ہیں، اہل بیت ہیں۔ ان سے محبت رکھو۔ کوئی آدمی یہ کہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ اور اس احسان کا کچھ بدلہ چکانا چاہتا ہے۔ یوں سمجھیں کہ اس احسان کا کچھ شکر ادا کرنا چاہتا ہے تو اس کا طریقہ اللہ نے کیا بتایا' نبی پاک ﷺ کے اہل بیت سے محبت رکھیں۔ یہ قرآن کا طریقہ ہے۔ قرآن نے سکھایا ہے۔ الا المودۃ فی القربیٰ۔

اللہ کے نبی مخلوق سے بدلہ نہیں مانگتے۔ **ان اجری الا علی الله** . میرا اجر تو اللہ پر ہے۔ مجھے جزا اللہ کریم عطا فرمائے گا۔ یہ سارے نبی کہتے آئے۔ لیکن اگر کوئی شخص بدلہ دینا چاہئے تو پھر کیا کرے؟ اللہ نے فرمایا

الا المو دة فی القربیٰ

وہ نبی کے اہل بیت سے محبت رکھے۔

اور نبی کے اہل بیت سے محبت وہی رکھے گا جس کو نبی کے ساتھ محبت ہے۔ تو جو اہل بیت کے ساتھ محبت نہیں رکھتا' ان کے دشمنوں کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ ایسا شخص یوں سمجھو کہ قرآن کی نظر میں ناشکرا ہے۔ ناشکرا کون ہوتا ہے۔ جو احسان نہ مانے۔ یہ اللہ نے قرآن پاک میں فیصلہ سنایا۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت کی محبت کا سبق دیا۔

اہل بیت سے محبت اس بات کی علامت ہے کہ تم نبی پاک ﷺ کو اپنا محسن سمجھتے ہو۔ احسان مند سمجھتے ہو۔ جو محبت رکھے گا' اس کا حال کیا ہوگا۔ اب یہ حدیث پاک سے سنو! نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

من مات علیٰ حب ال محمد مات شهيدا

جو اہل بیت کی محبت میں فوت ہوا۔ اس کو شہادت کا مرتبہ مل گیا۔

جو شہید کا مرتبہ اور فضائل اس کو حاصل ہیں وہ سب اس کو حاصل ہوگا۔ کیونکہ اللہ نے اس کا نام گویا شہیدوں میں لکھ دیا ہے۔ بعض دفعہ آدمی جب اپنے گناہوں پہ گھبراتا ہے تو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے گناہ بخشوانے کا طریقہ بتایا۔ فرمایا

الا ومن مات علیٰ حب ال محمد ما ت مغفورا له

جو اہل بیت کی محبت میں دنیا سے رخصت ہوا' سمجھو اس کے سارے گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔ اللہ اکبر! کتنی عجیب چیز ہے۔

اور اچھی طرح سمجھ لیں کہ اہل بیت اطہار علیہم الرضوان میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب صاحبزادیاں ہیں' سب صاحبزادے ہیں' حضور کے نواسے بھی ہیں' علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ بھی ہیں' سیدہ عائشہ صدیقہ بھی ہیں۔ سیدہ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ بھی ہیں' یہ سب اہل بیت میں شامل ہیں اور اگر کوئی بدبخت آدمی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہے یا ان کی والدہ سے عقیدت رکھتا ہے۔ لیکن وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دشمن ہے تو سمجھو وہ بھی جہنمی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لفظ بیت قرآن پاک میں کن کو کہا گیا ہے۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کے جو حجرے تھے، ان کو بیت کہا گیا ہے۔ اور بنیادی طور پر سورہ احزاب میں ازواج مطہرات کا ذکر آیا تھا۔ جہاں رب نے ارشاد فرمایا

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا رب کا یہی ارادہ ہے کہ اے اہل بیت! تم سے گندگی دور رکھے' نجاست دور رکھے۔ نہ تمہارا عقیدہ غلط ہونے پائے اور نہ تمہارا عمل غیر صالح ہونے پائے۔

ویطھر کم تطھیرا تمہیں اس طرح پاک کرے جس طرح تم کو پاک کرنے کا حق ہے۔

یہ جو آیت ہے' اس کے آگے پیچھے سب آیتیں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کے بارے میں ہیں۔ یہ آیت بھی بنیادی طور پر' اصولی طور پر نبی کریم علیہ السلام کی ازواج مطہرات کے بارے میں ہے۔

اس کے بعد پھر سرکار نے کیا کیا؟ اپنی چادر کو پھیلایا۔ جناب سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ آ گئے ان کو اس میں جگہ دی' سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا آ گئیں ان کو بھی اس کے نیچے چھپایا۔ بڑے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آ گئے ان کو بھی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھی۔ اور پھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی۔ **اللھم ھولاء اھل بیتی** یا اللہ! یہ بھی میرے اہل بیت ہیں۔ کسی کو امام حسن رضی اللہ عنہ سے بغض ہو' وہ بھی اللہ کی رحمت سے محروم ہے۔ اور جس کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے جو کہ نبی پاک ﷺ کی زوجہ ہیں اور مسلمانوں کی ماں ہیں اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ان سے بغض ہے وہ بھی جہنم میں گیا۔ ان باتوں کو یاد رکھیں۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلا جملہ کیا ارشاد فرمایا

من مات علیٰ حب ال محمد مات شھیدا .

محبّ اہل بیت کو شہادت کا مرتبہ مل گیا۔

اور دوسرا کیا فرمایا

الا ومن مات علی حب ال محمد مات مغفورا له.

محبّ اہل بیت اس طرح دنیا سے گیا کہ بخشا ہوا تھا۔

ہر مومن کی خواہش یہ ہے کہ یا اللہ ہماری موت توبہ کی حالت میں آئے۔

اور سچی توبہ ہو تو اس کا فائدہ کیا ہے۔ فرمایا

من تاب من الذنب کمن لا ذنب له

جو گناہ سے توبہ کرتا ہے وہ ایسے ہے کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

اب سنیں محبّ اہل بیت کی شان۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں۔

الا ومن مات علیٰ حب ال محمد مات تائباً

خبردار' جو اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا وہ گویا توبہ کر کے' تائب کی حیثیت سے جا رہا ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں لکھا جا چکا ہے کہ اس نے توبہ کی ہے۔ کیسی سیدھی سڑک ہے۔ اللہ اکبر! اب آگے آیئے۔ اصل ایمان کون سا ہوتا ہے۔ جو کامل ہو۔ کامل ایمان حاصل کرنا چاہتے ہو اور دنیا سے کامل ایمان لے کر جانا چاہتے ہو تو پھر سرکار کے اہل بیت سے محبت کرو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

الا ومن مات علی حب ال محمد ما ت مو منا مستکملا الا یمان

خبردار! جو اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا' وہ کامل ایمان والے مومن کی طرح جا رہا ہے۔

پھر دیکھیں' ملک الموت آتے ہیں ناں۔ پڑھ کر دیکھیں روایتیں' بہت سخت ڈراؤنی ان کی شکل ہوتی ہے۔ لیکن سب کیلئے نہیں ہوتیں۔ بعض کیلئے تو بڑی شاندار، خوبصورت شکل ہوتی ہے اور اس کا دل کرتا ہے کہ یہ شکل میرے سامنے رہے اور میں اس کو دیکھتا رہوں۔ اور جس کے لئے ڈراؤنی ہوتی ہے۔ وہ شکل دیکھ کر ہی مر جاتا ہے گویا۔ اب

محبِّ اہل بیت کا مقام کیا ہے۔

الا ومن مات علی حب ال محمد بشره ملک الموت ثم منکر و نکیر

خبردار! جس کا خاتمہ حب آل رسول پر ہوا' موت کا فرشتہ آتا ہے اور اس کو بشارتیں دیتا ہے پھر منکر اور نکیر

دوسروں کے لئے ڈراؤنی شکلیں ہیں، دوسروں کے لئے مصیبت کا پیغام ہے۔ لیکن محبِّ اہل بیت کے لئے فرمایا بشرہ ملک الموت موت کا فرشتہ ان کو بشارت دیتا ہے۔ چلیں جی، فوت ہو گیا' اب چلیں قبر میں۔ قبر میں کون آتے ہیں دو منکر یعنی جس کو دیکھ کر وحشت طاری ہو اس کو منکر کہتے ہیں۔ وہ آتے ہیں گرز لے کر سوال کرتے ہیں، تو حدیث پاک فرما رہی ہے کہ جانے کیلئے تیار تھا، وقت آ گیا' موت کا فرشتہ آیا' اس نے مبارکباد دی اور جب قبر میں گیا تو منکر اور نکیر اس کو بشارت دیتے ہیں۔ کیسی بات ہے کہ ہم جائیں قبر میں تو منکر اور نکیر استقبال کریں کہ اے محبِّ اہل بیت آئیں آئیں۔ ہم آپ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ اس کے بعد سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

الا ومن مات علی حب ال محمد یزف الی الجنة کما تزف العروس الی بیت زوجها .

او کما قال ﷺ

جو اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا' اس کو گویا بہت عزت و احترام سے جنت کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ جلوس نکال کر گویا۔ جس طرح دلہن کو بڑی شان و شوکت سے دولہا کے گھر لے جایا جاتا ہے۔

یہ کس کا جلوس جا رہا ہے۔ عاشق اہل بیت کا
عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

جب یہ جنت میں چلا گیا اور یاد رکھیں آدمی جہاں بھی جائے قبر کے ساتھ اس کا ایک تعلق رہتا ہے۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔

الا ومن مات علی حب ال محمد جعل الله قبره مزار ملائكة الرحمة

آج ان کو روکنے والا کوئی نہیں جو کہتے ہیں مزاروں پر مت جاؤ۔ وہاں شرک ہوتا ہے۔ ان (ملائکہ) کو تو اللہ بھیجتا ہے (انہیں کون روک سکتا ہے)

جعل الله اللہ نے قبر کو کیا بنا دیا۔ مزار۔

مزار کا مطلب ہوتا ہے۔ جائے زیارت۔ آج کل جو یہ افسروں کے دفتر ہوتے ہیں، ان کو بھی عربی میں مزار کہتے ہیں۔ یعنی افسر کو ملنا ہے تو اس کے مزار یا دفتر میں جائیں۔ ہمارے عربی کے پروفیسر فرمایا کرتے تھے۔ سیالکوٹ میں جہاں ہماری عربی کی کلاس لگتی تھی' ساتھ ہی پرنسپل کا دفتر تھا۔ تو وہ (پروفیسر صاحب) کہا کرتے تھے کہ یہ پرنسپل صاحب کا مزار ہے۔

اب یہ افسر بن گئے ہیں اور افسر بن کر قبر میں حکومت کر رہے ہیں۔ اور رحمت کے فرشتے ان کی بارگاہ میں زیارت کرنے کے لئے آتے ہیں۔

اب سنیں۔ سب سے صحیح عقیدہ کون سا ہے۔ ہمارے ہاں' یہ بڑی مصیبت پڑی ہوئی ہے۔ فرقہ واریت عام ہے۔ اللہ کے پیارے محبوب کریم رؤف رحیم دریتیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث موجود ہے۔

ستفترق امتی ثلاثا و سبعین فرقة کلهم فی النار الا واحدة میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے، سب دوزخی ہوں گے۔ ایک ان میں ناجی ہوگا۔ نجات والا ہوگا۔

دوزخی ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو حد کفر تک پہنچ گیا، وہ تو ہمیشہ کے لئے دوزخی ہے۔ جو حد کفر تک نہیں پہنچا' صرف گمراہ ہے تو وہ کچھ وقت کے لئے دوزخ میں جائے گا۔ یہ بات جو میں نے بیان کی ہے وہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے فرمائی ہے اور غالباً اعلحضرت نے بھی فرمائی ہے۔

بہر حال' پوچھا گیا کہ حضور وہ کون ہیں' جو جنت میں جانے والے ہیں اور جو بخشے ہوئے ہیں۔ سرکار نے فرمایا ما انا علیہ اصحابی

یہ وہ گروہ ہے جو میرے پیچھے چلے گا اور میرے صحابہ کے پیچھے چلے گا۔ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نجات والے گروہ کی علامتیں بیان کرتے ہوئے کبھی سنت کا لفظ استعمال کیا، کہیں جماعت کا لفظ استعمال کیا۔

فرمایا علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین

تم پر میری سنت پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

یہاں سنت کا لفظ استعمال ہوا

اور دوسرا لفظ کیا ہے۔ جماعت

حضور علیہ السلام نے فرمایا **علیکم بالجماعۃ و العامۃ**

میری امت میں جدھر زیادہ لوگ جا رہے ہوں ناں' وہی عقیدہ ٹھیک ہوگا۔ اور ہمارا نام کیا ہے۔ اہل سنت و جماعت یا اہل السنتہ والجماعۃ

صحیح عقیدہ کون سا ہے؟ اہل سنت و جماعت یہ شیعہ حضرات جو بارہ امام مانتے ہیں۔ الحمد اللہ یہ سب کے سب اہل سنت و جماعت کے بزرگ ہوئے ہیں۔ اس جماعت کا دوسرا نام ہے سواد اعظم

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

اتبعو ا السواد الا عظم فانہ من شذ شذ فی النار

جو میری امت میں بڑا گروہ ہے اس کے پیچھے چلو' جو اس گروہ سے الگ ہوگیا وہ دوزخ میں گر گیا۔

یہ حضور اکرم ﷺ کے فرامین ہیں۔

میں ایک دفعہ سیالکوٹ میں تھا۔ وہاں ایک مشترکہ جلسہ ہو رہا تھا۔ تمام مختلف فرقوں اور جماعتوں کے لوگوں کو وہاں بلایا گیا تھا۔ مجھے میری جماعت سے بلایا گیا تھا۔ یہ سیالکوٹ گھنٹہ گھر میں جلسہ ہوا تھا۔ ہمارے اس علاقے کے مشہور سیاستدان ملک محمد سلیمان صاحب بھی اس میں آئے ہوئے تھے۔ ایک دو سیاسی لیڈر اور باقی جوان کے خیال میں علماء تھے، ان کو بلایا گیا تھا۔ ملک محمد سلیمان صاحب نے اپنی تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں عوام سے ایک اپیل کرتا ہوں۔ اگر یہ علماء اکٹھے نہیں ہوتے تو نہ ہوں، ہم جو عام لوگ ہیں، ان کو تو اکٹھا ہونا چاہئے۔ سب سے آخر میں میری تقریر تھی۔ میں نے کہا۔ ملک صاحب نے یہ بڑی عجیب بات کی ہے۔ جہاں قرآن پاک نے بے شمار آئندہ آنے والی چیزوں کے بارے میں ہدایات دیں۔ خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا، میری امت میں یہ یہ ہوگا۔ اور ہر چیز کا حل بتایا۔ کیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس فرقہ واریت کا حل نہیں بتایا۔ اس فرقہ واریت کا حل کیا ہے؟ کیا یہ حضور نے نہیں بتایا۔ اگر حضور نے حل بتا دیا ہے تو پھر اس حل پر چلنا چاہئے۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرقہ واریت کا حل کیا بتایا ہے؟

السنۃ و الجماعۃ ۔سنت اور جماعت

یہ فرقہ نہیں ہے۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کے گروہ گروہ ہونے کا جو علاج بتایا ہے وہ یہ ہے کہ میری سنت پر عمل کرو اور جماعت کو اپناؤ۔ جب حضور اکرم ﷺ یہ بات فرما گئے ہیں، تو میں نے کہا' ملک صاحب کو خیال رکھنا چاہئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو بات فرما گئے ہیں۔ وہی اتحاد کی بنیاد فطری ہے۔ میں اپنی طرف سے کچھ ادھر ادھر کروں' مولانا مودودی صاحب اپنی طرف سے کریں۔ کوئی اور صاحب اپنی طرف سے کچھ کرے۔ یہ ساری بنیادیں غلط ہیں۔ امت کا والی جو بنیاد دکھا رہا ہے۔ وہ بنیاد ٹھیک ہے۔ میں نے پھر کہا، اس کو لطیفہ کہیں یا حقیقت سمجھیں۔ میں نے کہا، سنو! نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بنیاد بتائی ہے اور جو فیصلہ فرمایا ہے، سنو۔ اور جو نبی کریم علیہ السلام کا فیصلہ نہ مانے، عمر فاروق کی تلوار اس کا فیصلہ کیا کرتی ہے۔ اور تلوار کا انتظار کرنا چاہئے۔ تو اہل سنت و جماعت فرقہ یا گروہ نہیں بلکہ فرقہ واریت کا علاج ہے۔ اور علاج سکھایا ہے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے۔

اب جس کا اعتماد ہو حضور پر' جو کلمہ پڑھتا ہے سچے دل سے حضور ﷺ کا۔ اس کو چاہئے حضور کا حکم مانے اپنی عقل کے پیچھے نہ پھرے۔ جعلی قسم کے مولویوں کے پیچھے نہ پھرے۔ جن کو تم مولوی سمجھتے ہو یہ مولوی نہیں ہیں، مولوی کیسے بنتا ہے؟ مولانا روم سے پوچھو

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

مولائے روم مولوی نہیں بنا جب تک کسی شمس تبریزی کا غلام نہیں ہوا۔ کسی اللہ والے کے غلام بن جاؤ پھر تم مولوی بنو گے، ایسے نہیں بن سکتے۔

اب سنئے اس حدیث کا آخری جملہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو حب اہل بیت پر مرنے کے فضائل بیان کئے ہیں' ان میں آخری پر ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

الا و من مات علی حب ال محمد مات علی السنتہ و الجماعۃ (او کما قال ﷺ)

جو اہل بیت کی محبت میں مرا' وہ سنی ہو کے مرا۔ اہل سنت و جماعت ہو کے صرا۔ اب تین جملے اور سن لیں۔ یہ محبت کی باتیں تھیں۔ سرکار فرماتے ہیں۔

الا و من مات علی بغض ال محمد جاء یوم القیمۃ مکتوبا بین عینیہ ایس من رحمۃ اللہ.

جو آل رسول کے بغض پر مرا۔ وہ قیامت کے دن اس طرح

پیش ہوگا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا،

ایس من رحمة الله

یہ بدنصیب اللہ کی رحمت سے مایوس ہے

الا ومن مات علی بغض ال محمد مات کا فر ا

خبردار، جو آلِ رسول کے بغض پر مرا، وہ کافر ہو کر مرا۔

بظاہر اس کا جنازہ پڑھا جارہا ہے، بظاہر اس کو کفن دیا جارہا ہے۔ بظاہر اس کو دفنایا جارہا ہے۔ لیکن اگر اہل بیت کی محبت نہیں ہے، نبی پاک کی ازواج مطہرات کی محبت نہیں، نبی پاک کے سب صاحبزادوں اور سب صاحبزادیوں کی محبت نہیں، نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسوں کی محبت نہیں، حضور کے مسلمان چچاؤں کی محبت نہیں، تو فرمایا مات فاخراً

الا ومن مات علی بغض ال محمد لم یشم را ئحة الجنة او کما قال ﷺ

جو بغض آل نبی پر مرا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔

لہٰذا زیادہ سے زیادہ اہل بیت کا ذکر کریں۔ حضور کی ازواج مطہرات کا ذکر کریں۔ صاحبزادوں صاحبزادیوں کا کریں اور خصوصاً چونکہ دس محرم کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے نواسے حضرت سیدنا امام پاک رضی اللہ عنہ کی بے مثال شہادت ہوئی ہے، شہادت کاملہ، آپ شہید اعظم ہیں۔ اور آپ نے واقعی اسلام پر احسان کیا ہے، اسلام کو بچا لیا ہے۔ محمد علی جوہر تحریک آزادی کے ایک عظیم کارکن ہوئے ہیں۔ عظیم رہنما ہوئے ہیں مولانا محمد علی جوہر، انہوں نے سچ فرمایا تھا۔

قتلِ حسین رضی اللہ عنہ اصل میں مرگِ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

الحقیقہ کا موجودہ شمارہ ذکر اہل بیت کے لئے وقف ہے۔

سکھوں نے، پارسیوں نے، ہندوؤں اور عیسائیوں نے شہنشاہ کرب و بلا کی بارگاہ میں جو ہدیہ عقیدت پیش کیا ہے، تقریباً ہر ایک نے یہ بات کی ہے کہ یہ بے مثال قربانی ہے۔ ہندوؤں کا ایک بہت بڑا شاعر کہتا ہے۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو

ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین (رضی اللہ عنہ)

ایک کہتا ہے، جس مذہب میں، جس قوم میں امام حسین جیسی شخصیت ہو، اس کے سچا ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔

گویا شہادت امام حسین اسلام کی صداقت کی دلیل ہے۔ اور واللہ باللہ اے صحابہ کرام کے ماننے والو! تمہیں بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ احسان ماننا چاہئے کہ کربلا کا واقعہ، صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی ان کی حقیقت و صداقت کی دلیل بھی ہے۔ امام پاک کہتے تھے، وہی نظام لاؤ جو صدیق اکبر کا تھا۔ یزید اپنا نظام کیوں لاتا ہے۔ میرے نانے کی سنتیں کیوں تبدیل کرتا ہے۔ وہ نظام لا جو فاروق اعظم کا تھا، عثمان غنی کا تھا۔ جو میرے والد ماجد حیدر کرار کا نظام تھا۔ وہ نظام لا۔ اختلاف تو دراصل یہ تھا ''تاریخ الخلفا'' میں ''امام سیوطی'' جو کہ بہت بڑے محدث ہوئے نے لکھا کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا

اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیه یقال له یز ید.

سب سے پہلے شخص جو میری سنت کو بدلے گا، بنوامیہ کا شخص ہوگا اور وہ میری سنت کو تبدیل کرے گا۔

دو احادیث میں حضور ﷺ نے یزید کا نام لیا ہے۔ تاریخ الخلفاء میں دونوں حدیثیں موجود ہیں۔

میرا عرض کرنے کا مطلب یہ ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا کے میدان میں قربانی پیش کر کے بتا دیا کہ سیدنا صدیق اکبر کا نظام، فاروق اعظم کا نظام لاؤ۔ خدانخواستہ ثم خدانخواستہ جس طرح بعض منہ پھٹ یہ بات کہتے ہیں کہ وہ نظام ٹھیک نہیں تھا تو پھر پہلے کربلا کا واقعہ نہ ہوتا پہلے وہاں لڑائی لگتی تھی۔ پہلے مدینے میں لڑائی لگتی۔ لیکن آگے صدیق اکبر ہیں، پیچھے علی المرتضیٰ نمازیں پڑھ رہے ہیں۔ ان کو امیر المومنین کہتے ہیں۔ عمر فاروق کو امیر المومنین کہتے ہیں۔

ساڑھے چوبیس سال شیر خدا نے ان تینوں کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ نبی پاک ﷺ کا معجزہ ہے ناں کہ ڈوبا ہوا سورج واپس آیا تھا۔ علی المرتضیٰ کی نماز کا یہ عالم ہے کہ ایک نماز قضا ہوجائے تو ڈوبا ہوا سورج واپس آتا ہے۔ تو ساڑھے چوبیس سال ان صحابہ کرام کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں، اگر ان کی امامت ٹھیک نہ ہوتی تو پھر اس کائنات میں بہت بڑا انقلاب آجاتا۔ بہرحال اللہ مہربانی فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد الله رب العلمین

......☆......

زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین

حضور قبلۂ عالم نقش لاثانی قدس سرہ العزیز

کے ارشادات عالیہ

(حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ)

......﴿حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کا وصال شریف ۲ ذوالحج کو ہوا، اسی مناسبت سے یہ مضمون دیا جارہا ہے﴾......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذیل میں حضور پرنور سیدی ومرشدی، حضور نقش لاثانی قدس سرہ العزیز کے چند ارشادات عالیہ، مضمون وار پیش کئے جاتے ہیں۔ ''انوار لاثانی'' میں دیئے گئے۔ ملفوظات بکھرے موتیوں کی شکل میں تھے، یہاں انہیں خاص عنوانات سے اضافے کے ساتھ مرتب کیا جاتا ہے۔

ذکرِ خداوندی: ۱۔ ذکر وفکر اور مراقبے میں تساہل نہ کرو۔ ۲۔ دل کو وساوس وخطرات سے پاک رکھو اور ذکر الٰہی سے آباد کرو۔ ۳۔ عبادت کی کنجی فکر ہے۔ ذکر کی حلاوت تواضع اور خاکساری ہے۔ ۴۔ اللہ کی یاد میں رہنا بادشاہت سے بہتر ہے۔ ۵۔ جو شخص ذکر خدا میں ڈوبا ہو۔ وہ سوائے ضرورت معیشت دنیا کی طرف التفات نہیں کرتا۔ ۶۔ تم خدا کے بندے ہو اور حضور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت ہو۔ تم پر لازم ہے کہ قانون ربانی پر عمل پیرا ہو کر تمام روئے زمین پر اسی کی عظمت اور اللہ جل شانہ کا ذکر پھیلاؤ۔ قطب الاقطاب، غوث الاغیاث سیدنا ومولانا حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ذکر کے متعلق کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں۔

ہر روز باشی صائماً ، ہر لیل باشی قائماً
درذکر باشی دائماً ، مشغول شو درذکر ہو
گر عیش خواہی جاوداں ، عزت بخواہی در جہاں
ایں ذکر ہو ہر آں بخواں مشغول شو در ذکر ہو
سودے ندارد خفتت ، نا چار باید رفتت
در گور تنہا ماندنت مشغول شودر ذکر ہو
ہو ہو بذکرش ساز کن ، نام خدا آغاز کن
قفلے ز سینہ باز کن ، مشغول شودر ذکر ہو
علمے بخوانی با عمل ، فردا نباشی تا خجل
در پیش قادر لم یز ل مشغول شودر ذکر ہو
ہر دم خدارا یاد کن ، دلہائے غمگین شاد کن
بلبل صفت فریاد کن ، مشغول شودر ذکر ہو
مسکین احمد مرد شو ، وز جملہ عالم فرد شو
درراہ حق چوں گرد شو ، مشغول شودر ذکر ہو

۷۔ تہجد کی مداومت کرو، جس نے جو کچھ پایا ہے تہجد ہی سے پایا ہے۔
۸۔ اللہ تعالیٰ سے مشغول ہونا چاہیے، یہ دنیا بے وفا ہے، فانی ہے، اپنا تعلق باقی سے پیدا کرو۔ ۹۔ تونگر وہ ہے جو دنیا کی غلامی سے آزاد ہو جائے، میرا مطلب یہ نہیں کہ کسب حلال سے ہاتھ اٹھالو مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ سے غافل ہو کر دنیا کی طرف نہ دوڑو، حریص نہ بن جاؤ۔ طلب ریاست وعزہ جاہ میں دین ہاتھ سے نہ دے دو۔ حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا

؎ چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

اچھی طرح جان لو، یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں پھر کیوں آخرت کو دنیا پر قربان کرتے ہو۔
۱۰۔ اللہ کی رضا پر راضی رہو، صبر، حوصلہ اور شکر کی عادت ڈالو۔ ۱۱۔ خاموشی میں اللہ اللہ کہو، اس کی برکت سے دل گویا اور زبان موثر ہو جائے گی۔
۱۲۔ جب تک تو طالب دنیا ہے، دنیا نہ ملے گی بلکہ تجھ پر سوار رہے گی۔ جب تو اس طرف سے فارغ ہو کر اللہ کی طرف مشغول ہوا تو دنیا پر بادشاہ پر بنا۔

مقام مصطفیٰ ﷺ: ا۔نبی کریم ﷺ کی محبت ہر محبت پر فائق ہے ۔ ۲۔خدا کی محبت کی علامت یہ ہے کہ حضور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ سے کامل محبت ہو۔۳۔عشق الٰہی کا باغ ہمیشہ تازہ ہے، چمنستان محمدی (علی صاحبہ الصلوۃ السلام) کو دنیوی بہار وخزاں سے کوئی علاقہ نہیں۔اپنا گھر اس سدا بہار باغ میں بناؤ۔ ۴۔اللہ اکبر اس دنیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے شرم رکھو، اس جہان میں خدا تم سے شرم رکھے گا۔۵۔ اگر تم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور اہل بیت کی محبت میں سرشار رہے تو سب کچھ ہے۔ اگر اس میں نقص ہوا تو کچھ بھی نہ رہا۔۶۔جن لوگوں کو شان مصطفیٰ ﷺ میں چون وچرا ہے، ان سے دور بھاگ جاؤ، ان کی بدبو سے بچو۔گفتگو تک نہ سنو۔ ۷۔(راقم الحروف سے ایک بار فرمایا) خدا تعالیٰ سے دعا کرو تو حضور ﷺ کی محبت مانگو کہ اصل دولت یہی ہے۔ ۸۔(مدینہ منورہ میں مسجد نبی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کے باب جبریل میں کھڑے ہو کر فقیر نے دعا کی التجا کی تو فرمایا) سرکار ﷺ کے دربار میں حاضر ہو، کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی آرزو ہوسکتی ہے؟ ۹۔دربار شریف کے ایک خادم خصوصی نے پوچھا کہ حضور قبلہ عالم حضور شاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کے مزار پرانور پر حاضر ہو کر کیا پڑھنا چاہئے تو) فرمایا، خاموشی اور مراقبہ زیادہ سے زیادہ، (پوچھا حضور سید کون ومکان سلطان دو جہاں ﷺ وہ اصحابہ وبارک وسلم کے دربار میں حاضری کا شرف حاصل ہو تو پھر؟) فرمایا زیادہ سے زیادہ درود شریف۔۱۰۔(سرکار مدینہ ﷺ کی نعت پاک کے ساتھ حضرت اقدس کو خاص شغف ہے۔حضور رحمۃ للعلمین علیہ افضل الصلوۃ والسلام کا ذکر نورانی ذوق وشوق سے سنتے تھے اور اکثر و بیشتر بزرگان دین اور دیگر عظیم شعرا کے نعتیہ اشعار حضرت والا اپنی زبان حق ترجمان سے خود بھی سناتے تھے، مثلاً) شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر آپ نے کئی بار پڑھا ہے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

نیز حضرت عزت بخاری قدس سرہ کا یہ شعر بھی جو حضور سید عالم سلطان کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کے دربار گوہربار کے بارے میں بہت دفعہ سنا گیا ہے

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید وبایزید اینجا

۱۱۔فرمایا ،درود شریف،ادب،انکسار اور محبت سے پڑھا کرو۔

حب اہل بیت و تعظیم صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین): ا۔مقام صدیق رضی اللہ عنہ: شعبان ۱۴۰۱ھ میں ایک عیسائی نوجوان حضور والا کے دست حق پرست پر بیعت ہوا، حضرت نے نام پوچھا تو اس نے کہا، صدیق مسیح، آپ نے ارشاد فرمایا، صدیق بہت اچھا نام ہے اسے بدلنے کو جی نہیں چاہتا چنانچہ اس کا نام صدیق مسیح کی بجائے محمد صدیق رکھ دیا۔

۲۔مسجد ضیائے لاثانی، کی تعمیر کے دوران، دوسری چیزوں کے علاوہ پنجتن پاک کے اسمائے گرامی بھی منبر کے اندرونی پانچ گوشوں میں حرف ندا کے ساتھ بحسن خط لکھوائے گئے۔اور برآمدے میں خلفائے راشدین کی شان میں درج ذیل رباعی بھی تحریر کروائی گئی۔یہ رباعی حضرت والا کو بہت پسند تھی۔

صدیق رضی اللہ عنہ عکس حسن کمال محمد است ﷺ
فاروق رضی اللہ عنہ ظل جاہ وجلال محمد ﷺ است
عثمان رضی اللہ عنہ ضیائے شمع جمال محمد ﷺ است
حیدر کرم اللہ وجہہ بہار باغ خصال محمد ﷺ است

مسجد میں اس رباعی کے پہلو میں یہ شعر بھی خلد نگاہ ہے

چراغ و مسجد و محراب و منبر
ابوبکر وعمر، عثمان وحیدر رضی اللہ عنہ

۳۔فرمایا حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت پر بہت زور دیتے ہیں لیکن جب بعض لوگوں کے بعض صحابہ کا ذکر چھڑتا تو اپنی عادت کریمہ کے مطابق، دست مبارک، گوش مبارک کی طرف بار بار لیجا کر اس برے عقیدے سے بیزاری وبراءت کا اظہار فرماتے۔

۴۔(راقم الحروف نے ایک بار کتاب مسلک امام ربانی خدمت میں پیش کی تو آپ نے بالخصوص وہ باب پڑھوا کر سنا جس میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے عقیدت ومحبت کا ذکر تھا۔حضرت نے شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ارشادات سن کر) فرمایا، دیکھا، حضرت امیر معاویہ اور دیگر اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں عقیدہ وہی ہونا چاہئے جو حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا ہے لوگ نہ جانے کیا کیا باتیں کرتے ہیں۔

تلاوت قرآن مجید اور اتباع شریعت:

۱۔فرمایا خدا کی اطاعت خوشی سے کرو، محبت وشوق وذوق سے کرو۔

۲۔فرمایا، تلاوت قرآن مجید اور دینی کتابوں کا مطالعہ دل کو منور کرتا ہے۔

۳۔فرمایا، علم کی باتیں سنو، ان پر دھیان لگاؤ اور عمل کی کوشش کرو۔

۴۔فرمایا، علمائے کرام سے مسائل شرعیہ سیکھتے رہو۔ ۵۔فرمایا، کامل طور پر شریعت کی اتباع کرو۔ یہ نہ ہو بعض احکام مان لئے اور بعض چھوڑ دیئے اسی طرح طریقت وحقیقت کے مسائل کو لازم پکڑو۔ ۶۔ایک شخص نے اپنی ناکامیوں اور پریشانیوں کا اظہار کیا تو) فرمایا، نماز پنجگانہ کی پابندی کرو، خدا تعالیٰ سب کام بنادے گا (ایسا واقعہ اکثر ہوتا ہے کسی کو درود شریف کسی کو تلاوت کلام پاک، کسی کو حسب حال منزل شریف گیارہ بارہ پڑھنے کا ارشاد ہوتا ہے یعنی جو نماز پنجگانہ کی پابندی کے علاوہ کچھ اور بھی چاہے اسے بعض وظائف کی تلقین وہدایت بھی کی جاتی ہے)۔ ۷۔رمضان شریف میں ایک جوان آدمی تعویذ لینے آیا تو پوچھا، کیا تم روزے سے ہو؟ اس نے نفی میں جواب دیا) فرمایا جاؤ تمہیں کوئی تعویز نہیں ملے گا جی تو چاہتا ہے دھکے مار کر نکال دوں مگر اللہ سے ڈر آتا ہے، پھر فرمایا، ہاں خوف خدا کا تقاضا بھی یہی تو ہے تو ایسے شخص سے قطعاً نرمی نہ برتی جائے

عقیدے کی پختگی: ۱۔فرمایا، نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو، گروہ اہل سنت وجماعت کے جو لوگ مخالف ہیں، ان سے ضرور بچو۔ ۲۔فرمایا، ہر نئی تہذیب اور نئے فرقے کی طرف مت لپکو۔ دین حنیف ہی پر قائم رہو۔

۳۔(ایک شخص نے بتایا کہ میرا لڑکا بدعقیدہ لوگوں کے مدرسے میں قرآن کریم حفظ کرتا ہے تو) فرمایا ان کے ہاں پڑھنے سے نہ پڑھنا بہتر ہے۔ اچھا یہ ہے کہ اسے وہاں سے نکال کر اہل سنت وجماعت کے مدرسے میں داخل کروایا جائے۔ ۴۔(۱۹۶۱ء میں، میں نے اشاعت دین کی غرض سے انجمن فدایان مصطفیٰ کی بنیاد رکھی اور اس میں دوسرے عقیدے کے لوگوں کو شامل کرنے کی اجازت چاہی تو) فرمایا "حضور اکرم ﷺ کی گستاخی کرنے والوں کو کیونکر ساتھ ملایا جاسکتا ہے" ۵۔(ایک شخص نے مجھے اپنے ہاں ہر موضوع پر بولنے کی اجازت دیتے ہوئے اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کا نام لینے سے روکنا چاہا۔ میں نے اس کے متعلق حضرت والا سے پوچھا تو) فرمایا، وہ دیوبندی ہوگا۔ ۶۔فرمایا، جس نے بدعقیدہ لوگوں سے میل جول رکھا، سمجھو اس نے اپنا بستر آگ پر ڈال لیا،

خوف خدا: ۱۔فرمایا، خدا سے ڈرنے والے کا دل نرم، عقل کامل اور فہم سلیم ہوتا ہے؛ ۲۔فرمایا، جب تک خدا سے ڈرتے رہو گے، راہ راست پر رہو گے، جب اس ذات پاک کا خوف دل سے نکل گیا، گمراہ ہو جاؤ گے ۳۔فرمایا، نمود وریا اور بناوٹ سے بچو، خدا کے ساتھ لو لگاؤ، خدا سے انحراف نہ کرو، مردہ ہو جاؤ گے قبروں میں جا کر پچھتاؤ گے؛ ۴۔فرمایا، انکسار وتواضع کی عادت ڈالو، یہ افضل عبادت ہے، خود پسندی اور عجب شیطانی فعل ہے۔ خالص و بے ریا تھوڑا سا عمل بھی بہتر ہے؛

پیر و مرید کا تعلق: ۱۔فرمایا، اپنے شیخ کے ساتھ مخلصانہ تعلق پیدا کرو، ۲۔فرمایا، اپنے مرشد کے حضور سے انسان خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ نور کی کرنوں سے دامن مراد بھر لیتا ہے۔ ۳۔فرمایا، جب تم کسی اہل دل کے پاس جاؤ تو خاموش رہو اور دل کو بھی ادھر ادھر کے خیالوں سے پاک وصاف رکھو کیونکہ صاف دل پر اللہ کا بندہ کچھ لکھتا ہے۔ ۴۔فرمایا، بحر معرفت میں ہزاروں سفینے غرق ہوئے۔ تجربہ کار اور واقف رسم وراہ منزل لہانا خدا کو ڈھونڈ اور اس کے پیچھے قدم بہ قدم سفر کر۔ ۵۔فرمایا، شیخ کی توجہ کئی قسم کی ہوتی ہے۔ وہ مرید کے ظرف اور استعداد کے مطابق تربیت کرتا ہے۔ بعض اوقات اتصالی توجہ کار فرما ہوتی ہے۔ بعض اوقات انعکاسی اور بعض اوقات القائی اور بعض اوقات اتحادی۔ لہٰذا خاموش ہو کر فیضان حاصل کرتے رہو۔ ۶۔فرمایا، اللہ اکبر! حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہونے والے بڑے مضبوط اور اچھے عقیدے سے حاضر ہوا اور دامن دل نور سے بھر کر لے جا۔ ضعیف عقیدہ انسان فائز المرام نہیں ہوتا۔ ۷۔فرمایا، اپنے بزرگوں اور مشائخ کی خدمت میں جان و مال سے دریغ نہ کرو۔ ۸۔فرمایا، محبت اور خدمت۔ شیخ میں لگے رہنا چاہیئے۔ منزل مقصود کا یہی ایک راستہ ہے، ۹۔فرمایا، اپنے شیخ کے الطاف وکرم اور مہربانی سے متمتع ہو کر اس سے بے تکلف نہ ہو جائے اور نہ اس کی تادیب سے دل برداشتہ ہو جائے۔ خوف اور امید کے درمیان رہنا چاہیئے۔ ۱۰۔فرمایا، اللہ والوں کا ذکر حقیقت میں اللہ کا ذکر ہے۔ پہنچا سکتا ہے جہاں مدتوں کی عبادت نہیں پہنچا سکتی۔

حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ کا مقام:

۱۔فرمایا، جی تو چاہتا تھا کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے اوصاف حمیدہ پر صفحوں

کے صفحے لکھتا جاؤں اور ہم جن کا نام لے لے کر جی رہے ہیں ان کے وصف با کمال دل کھول کر بیان کروں مگر سمجھتا ہوں کہ کما حقہ عہدہ برآ نہیں ہو سکوں گا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ طریقت کے آفتاب تھے جن کی ضیائے پاک نے چاردانگ عالم کو منور کیا۔ ہر ایک نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق حضور سے استفادہ کیا۔ حضور کی پاک نگاہوں نے نا اہلوں کو اہل کر دیا اور ہزاروں گمراہوں کو آسودہ منزل بنا کر شاد کام کیا۔ ۲۔ فرمایا، اللہ اکبر! آپ کی سادگی اور شان استغنیٰ دنیا کے لئے درس عمل تھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حق گو تھے، فرقہ پرستیوں کی الجھنوں سے آزاد تھے۔ آپ کا مسلک صلح کن تھا۔ حنفی المذہب تھے اور اسی طریقہ پر قائم رہنے کی تلقین فرماتے رہے

۳۔ فرمایا، میں آپ ہی کے نور کا گدا محتاج ہوں۔ میری کوئی ہستی نہ تھی۔ آپ ہی کے چشمہ فیض سے سیراب ہوا۔ ۴۔ (صوفی محمد رفیق صاحب مصنف انوار لاثانی نے بقول خود ایک معاملے کے متعلق عرض کیا کہ شاید حضور اس کو سرانجام نہیں دینا چاہئے تو) فرمایا، میرے بدن پر جب تک قمیض بھی ہے میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ ۵۔ فرمایا، حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاک دل میں وہ نور اور آتش عشق موجود تھی۔ کہ آپ کے پاس بیٹھنے ہی سے اس نور کی شعاعیں دل پر اثر انداز ہو جاتی تھیں۔ ۶۔ (ابو محمد یوسف صاحب سیالکوٹی کے ہاں ایک گفتگو کے دوران) فرمایا، حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بعض لوگوں میں یوں لگتا ہے جیسے بجلیاں بھر دی ہوں۔ بظاہر بالکل سادہ مگر وطن میں پرواز بہت بلند اور استعداد نہایت وسیع۔ (بالفاظ دگر سادگی و پرکاری، حضور کا خاص فیضان تھا) ۷۔ فرمایا، حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحیات کو غور سے پڑھو اور عمل کرو۔ آپ کی پاکیزہ زندگی تمہارے لئے درس عمل ہے۔ رہبر ہے۔ ۸۔ فرمایا، جو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین ہو کر حقہ نوشی سے باز نہ آئیں۔ ان پر افسوس ہے کاش وہ آپ کے ارشاد کو سمجھیں۔

تاکید ادب وغیرہ: ۱۔ فرمایا، ادب سیکھو، عقلمند آدمی جاہل اور بے ادبوں سے بھی ادب سیکھ جاتا ہے یعنی ان کی حرکات کو قبیح سمجھ کر اجتناب کرتا ہے۔ ۲۔ فرمایا، جو تمہیں نصیحت کی بات کہے، اسے فوراً قبول کرلو، بزرگان دین کا احترام کرو۔ ۳۔ (ایک مولوی کے متعلق ذکر ہوا کہ یہ اعلان کرتا پھرتا ہے میں مجدد صاحب کی اس بات کو نہیں مانتا حضور والا پائے مبارک کے درد کی وجہ سے صاحب فراش تھے مگر اس بات پر سخت ناراض ہو کر) فرمایا، جو کہے میں حضرت مجدد کی اس بات کو نہیں مانتا، میں اسے مردود سمجھتا ہوں، (یہاں مردود سے مراد مردود طریقت یعنی محروم فیض ہے۔

جب درویشاں کلید جنت است
دشمن ایشاں سزائے لعنت است

۴۔ فرمایا، کتب دینی کو نہایت ادب واحترام سے رکھنا چاہیے۔ ۵۔ فرمایا، زیادہ ہنسنا دلیل حماقت ہے۔ بزرگوں کے پاس باادب بیٹھو، نوجوان شرم و حیا بہت ہی ضروری ہے۔ ۶۔ فرمایا، بزرگوں کے عطا کردہ تبرکات کو عزت سے رکھو۔ ۷۔ فرمایا ،فقرا اور غربا کو حقارت سے نہ دیکھو ،بعض اوقات ان میں بہت بلند پایہ ہستیاں پوشیدہ ہوتی ہیں، کسی نے خوب فرمایا

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اختیار صحبت: ۱۔ فرمایا، اہل ظاہر اور بدباطن کی صحبت دل کو سیاہ کر دیتی ہے ۲۔ فرمایا، برے آدمیوں کی صحبت تمہیں نیکوں سے بدظن کر دے گی۔ ۳۔ فرمایا، دوست اس کو سمجھو جو تمہیں نیک وبد سے آگاہ کرتا ہے۔ ۴۔ فرمایا، عافیت تنہائی میں پاؤ گے اور سلامتی خاموشی میں، اور فرمایا خاموشی افضل ترین عبادت ہے۔ ۵۔ فرمایا، فضول بحث اور سوچ بچار سے، آدمی اللہ سے دور ہو جاتا ہے اور اپنے ہی خیال میں الجھ کے رہ جاتا ہے۔

حسن تعامل و اخلاق و متفرق ارشادات: ۱۔ فرمایا، اخلاق بد اور عادات بد بچھو اور سانپ کی مانند ہوتی ہیں، اپنے گناہوں پر شرمندہ ہونا چاہئے۔ ۲۔ فرمایا، عیب بینی اور پردہ دری سے بچو، عیب پوشی اور حسن ظن اختیار کرو۔ ۳۔ فرمایا، کوشش کرتے رہو کہ تم سے اخلاق رذیلہ، بدخلقی، بدگوئی دور ہو جائے اور اخلاق حمیدہ، خوش خلقی صاف گوئی تمہارا شعار بن جائے، ۴۔ فرمایا، حسب ونسب پر فخر کرنا اور خود عمل نہ کرنا محرومی کی دلیل ہے۔ ۵۔ فرمایا ہر وقت پاک وصاف رہنے کی کوشش کرو۔ ۶۔ فرمایا، خدمت والدین اہم فریضہ ہے جس نے اس سے انحراف کیا اس نے اپنا دین برباد کیا۔ ۷۔ (ایک نوجوان نے شکایت کی

کہ میرے ابا جان دوسروں کے زیراثر ہیں اور مانتے ہی نہیں ۔اس پر) فرمایا، بہرحال انہیں راضی کرنا تم پر ضروری ہے ۸۔فرمایا، انسان ہمت واستقلال سے بڑے بڑے کام کر جاتا ہے بہترین طریقے سے زندگی بسر کرو تا کہ مرنے کے بعد بھی لوگ تمہیں اچھے طریق سے یاد کریں۔۹۔فرمایا، یاوہ گوئی، لغویات اور مسخرا پن سے انسان ذلیل ہوجاتا ہے۔متانت وسنجیدگی انسان کو باوقار بنادیتی ہے۔ ۱۰۔فرمایا، کھانے سے پہلے معلوم کرلو کھانا کہاں سے آیا مشکوک کھانوں سے دل پراگندہ ہوجاتا ہے۔۱۱۔فرمایا، خودفروشی وخودنمائی سے بچو۔اپنے کشف وخواب وغیرہ کا تذکرہ ہر دم نہ کرو۔۱۲۔(تھانہ چوہنگ میں مولوی محمد بخش صاحب کے ہاں ایک سلسلہ کلام میں) فرمایا وہ شخص بہت خوش نصیب ہے جسے اللہ کریم سادگی کی دولت عطا فرماتا ہے (اللہ کریم اپنے حبیب پاک ﷺ کے طفیل نمود وریا، فخر وتکبر، حب جاہ وغیرہ سے بچا کر سادگی اور خلوص سے نوازے۔آمین) ۱۳۔فرمایا، کم ہنسو، زیادہ روؤ۔کم بولو زیادہ چپ رہو، داد ودہش زیادہ کرو اور کم کھاؤ، کم سوؤ، آخرت میں راحت سے رہوگے۔ ۱۴۔فرمایا، پاکیزگی اختیار کرو، اللہ پاک ہے منبی کریم ﷺ پاک ہیں اور پاک کو پسند کرتے ہیں۔۱۵۔فرمایا، نوجوان شرمیلا اور حیادار ہونا چاہئے۔ ۱۶۔فرمایا، اللہ اکبر! جوانمرد کی تین صفات ہیں۔سخاوت، مخلوق خدا پر شفقت، مخلوق سے بے نیازی اور اللہ تعالیٰ سے آشنائی۔ ۱۷۔فرمایا، کوشش کرو کہ تم سے مسلمان بھائی خوش رہیں ۱۸۔فرمایا، مسلمانوں کو بہتری کی طرف لے جانے کی کوشش کرو۔ ۱۹۔فرمایا، قوت فکر انسان کے پاس ایک آئینہ ہے جس میں ہر بھلائی اور برائی کو دیکھ سکتا ہے۔۲۰۔فرمایا، قناعت اور توکل کر۔صبر ورضا بہترین خصلتیں ہیں۔۲۱۔فرمایا ، جھوٹ سے بچو، قلم ربانی جھوٹے کو لعنتی لکھتا ہے۔۲۲۔فرمایا، شریف آدمی، حلیم وبردبار، صادق القول اور اپنے وعدے کا پکا ہوتا ہے۔۲۳۔فرمایا، جب کسی سے وعدہ کرو تو اسے پورا کرنے کی کوشش کیا کرو، ۲۴۔فرمایا، اپنے اخراجات اپنی آمدنی سے نہ بڑھاؤ۔ ۲۵۔فرمایا، ضرورت کے بغیر بولنا منع ہے کلام صاف وسادہ اور مختصر ہونا چاہئے۔ ۲۶۔فرمایا، اپنی آنکھوں کو روکے رکھو، اگر یہ آوارہ ہو گئیں، تو اطمینان دل غارت کر کے گناہ کبیرہ کا مرتکب کردیں گی۔

۲۷۔فرمایا، معاملات میں صفائی رکھو، ایثار اور احسان ومروت کی عادت ڈالو۔۲۸۔فرمایا، حسد وتعصب اور طمع وغضب بہت ہی بری خصلتیں ہیں۔ ۲۹۔ دل کو حسد نے چلاؤ اس میں عشق الٰہی کی آگ روشن کرو۔ ۳۰۔فرمایا، اپنے نفس اور دل کا روزانہ جائزہ لیا کرو تم کس طرف جارہے ہو۔۳۱۔فرمایا۔انسان مرکز فنا نہیں ہوجاتا بلکہ صفت بدل جاتی ہے، گھر بدل جاتا ہے۔نقل مکانی ہوجاتی ہے کوشش کرو کہ مرنے کے بعد اچھے گھر میں جگہ پاؤ۔حضور ﷺ نے دنیا کو مومن کا قیدخانہ ٹھہرایا ہے۔تو ثابت ہوا مومن موت کے وقت تنگی سے نکل کر کشادگی کی طرف منتقل ہوتا ہے اور منزل دنیا کو چھوڑنے کے بعد مومن کا حال نسبتاً بہت ہی اچھا ہوتا ہے ۳۲۔فرمایا، اولیاء اللہ کو مردہ خیال نہ کرو، قرآن کریم کی نص سے ان کی حیات طیبہ ثابت ہے۔۳۳۔(راقم نے اپنی بعض پریشانیوں کا ذکر کیا تو) فرمایا، درود تاج شریف سات دفعہ پڑھا کرو مگر یہ نہ سمجھنا کہ پڑھنے کی وجہ سے کام ہوگا، کام جب بنے گا، اسی (کریم جل شانہ) کی رحمت سے بنے گا (سبحان اللہ) ۳۴۔(دربار عالی کے اخص الخواص خادم جناب حاجی محمد مقبول احمد صاحب نے حج پر جاتے ہوئے عرض کی! حضور میں زیادہ دعائیں یاد نہیں کرسکتا لہذا طواف کے دوران کیا پڑھا کروں گا) فرمایا، تیسرا کلمہ شریف ہی پڑھتے رہنا۔۳۵۔فرمایا اللہ اکبر! ایک بار (حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی قدس سرہ نے) مجھے فرمایا، اے علی حسین! تیرے دروازے سے مسافر بھوکا نہ جائے۔لنگر کو بند نہ کرنا خواہ اور ضروریات رہ ہی جائیں۔۳۶۔(ایک بار حضرت اقدس من ظلہم کے پائے مبارک میں تین چار دن سے سخت درد تھا، کچھ افاقہ ہوا تو باہر کھیتوں میں دھان لگوانے کے لئے گھوڑی پر سوار ہوگئے۔بندہ عاجز کو خدشہ تھا کہ راستے میں پانی ہونے کی وجہ سے ممکن ہے گھوڑی کا پاؤں کہیں کچھ پھسلے اور اس طرح خدانخواستہ درد پھر شروع ہوجائے۔چنانچہ عرض کیا کہ حضور دربار عالی میں رونق افروز رہیں اور دور دور سے آنے والی مخلوق خدا کو فیض پہنچائیں، یہ کام تو قبلہ صاحبزادہ صاحب بھی بخیر وخوبی سرانجام دے لیں گے تو) فرمایا میرے لئے تو دو روٹیاں کافی ہیں، یہ سارا اہتمام بھی تو مخلوق خدا کے آرام کی خاطر ہے۔

......☆......

قسط نمبر 2

بے ادبوں کی ......پہچان

محقق دوراں
جناب حافظ نصر اللہ صاحب
(مدینہ شریف)

حدیث نمبر۱

کفر کی اصل مدینہ سے مشرق کی طرف ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مِنْ بَیْتِ عَائِشَۃَ فَقَالَ: رَأْسُ الْکُفْرِ مِنْ هَا هُنَا مِنْ حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ یَعْنِي الْمَشْرِقَ ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر آ کر کہا: کفر کی چوٹی ادھر سے نکلے گی جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے یعنی مشرق سے ﴿مسلم حدیث نمبر ۲۹۰۵ کتاب الفتن﴾

حدیث نمبر۲

بے ادبوں کی جائے پیدائش

عن ابی مسعودٍ رضی اللہ عنہ قال: أَشَارَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بِیَدِهٖ نَحْوَ الْیَمَنِ فَقَالَ: أَلَا إِنَّ الْإِیْمَانَ هٰهُنَا وَإِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِیْنَ عِنْدَ أُصُوْلِ أَذْنَابِ الْإِبِلِ حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنَا الشَّیْطَانِ فِي رَبِیْعَةَ وَمُضَرَ ترجمہ: حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: سنو! ایمان اس طرف ہے اور شقاوت اور سنگدلی (مدینہ کی شرقی جانب) ربیعہ اور مضر میں ہے جو بکثرت اونٹ پالتے ہیں اور اونٹوں کی دُموں کے پیچھے ہانکتے ہوئے جاتے ہیں۔ اس جگہ سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے۔ ﴿مسلم حدیث نمبر ۵۱ کتاب الایمان، بخاری حدیث نمبر ۳۳۰۲ کتاب بدء الخلق﴾

اس حدیث میں ہے کہ (مدینہ کے) مشرق سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے۔ علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

مشرق سے مراد مدینہ کا مشرق ہے اور وہ نجد ہے، اسی طرح تبوک کے مشرق میں بھی نجد ہی ہے نیز اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ جس میں فرمایا گیا کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ وہاں سے نکلے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اے اللہ! مضر کو سختی سے کچل دے، اور مضر بھی نجد میں ہے ﴿اکمال اکمال المعلم جلد ا ص ۱۵۹﴾

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں: صوبہ نجد میں ایک مقام ہے "عینیہ" اسی جگہ مسیلمہ کذاب پیدا ہوا اور اسی جگہ محمد بن عبد الوہاب نجدی پیدا ہوا اور ان کی وجہ سے لوگوں کے عقائد متزلزل ہوئے اور بہت فتنے ظاہر ہوئے۔ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں شیطان کے جو دو سینگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے مراد یہی دو شخص ہوں۔ ﴿شرح مسلم سعیدی جلد ا ص ۴۷۰﴾

حدیث نمبر۳

شیطان کا سینگ

عنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: ذَكَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآلہ وسلم: (اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا) قالوا : يارسُولَ اللهِ وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ:(اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا) قالوا : يارسُولَ اللهِ وَفِي نَجْدِنَا؟فَأَظُنُّهُ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ:(هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ) ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے! اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت دے! لوگ عرض گذار ہوئے، ہمارے نجد میں بھی۔ آپ نے دعا کی : اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے! اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت دے! لوگ عرض گذار ہوئے ہمارے نجد میں بھی۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہونگے اور شیطان کا سینگ وہاں سے نکلے گا۔ ﴿بخاری حدیث نمبر۷۰۹۴ کتاب الفتن باب الفتنۃ من قبل المشرق ،مشکوٰۃ ۶۲۷۱ کتاب المناقب باب ذکر الیمن والشام﴾

شیخ القرآن والحدیث مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں

اس حدیث میں زلزلوں سے مراد ظاہر زلزلے بھی ہیں اور دلوں کے زلزلے انقلابات بھی۔ اس گروہ کو شیطان کا سینگ فرمانے کی تین وجہیں ہیں:

(۱) سینگ والے جانور کے سارے جسم سے سخت تر سینگ ہی ہوتے ہیں۔ یہ ٹولہ بھی انبیاء اور اولیاء کی عداوت میں شیطان سے بھی سخت ہے کیونکہ شیطان نے کہا تھا:

﴿وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ إِلَّاعِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ﴾

ترجمہ: میں ان سب کو بے راہ کردوں گا مگر جو اُن میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں ﴿سورہ الحجر ۳۹۔۴۰﴾

مگر یہ فرقہ ہمیشہ نبیوں ولیوں کے پیچھے ہی پڑا رہتا ہے اور انہیں من دون اللہ کہتا ہے۔

(۲) ہمیشہ سینگوں والا جانور سینگوں ہی سے لڑتا ہے کہ سامنے والے کے مقابل سینگ کرتا ہے خود پیچھے سینگوں پر زور لگاتا ہے۔ اور شیطان نے انہیں بھی آگے کر رکھا ہے اور پیچھے سے زور لگا رہا ہے۔

(۳) سینگ والا جانور جب کسی گھر میں داخل ہوتا ہے تو پہلے سینگ داخل کرتا ہے باقی اعضاء بعد میں۔ شیطان دوزخ میں پہلے ان کو داخل کرے گا پیچھے خود جائے گا۔ ﴿مرآۃ شرح مشکوٰۃ جلد نمبر۸ ص۵۷۹﴾

اعتراض: اس حدیث کے تحت مشہور وہابی عالم وحید الزماں نے ایک عجیب مؤقف اختیار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ نجد سے مراد وہ ملک ہے عراق کا جو بلندی پر واقع ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے رحمت کی دعا نہیں فرمائی کیونکہ ادھر سے بڑی بڑی آفتوں کا ظہور ہونے والا تھا امام حسین علیہ السلام بھی اسی سرزمین میں شہید ہوئے۔ کوفہ بابل وغیرہ یہ سب نجد میں داخل ہیں بعض بے وقوفوں نے نجد کے فتنہ سے محمد بن عبد الوہاب کا نکلنا مراد رکھا ہے ان کو یہ معلوم نہیں کہ محمد بن عبد الوہاب تو مسلمان اور موحد تھے وہ تو لوگوں کو توحید اور اتباع سنت کی طرف بلاتے تھے اور شرک وبدعت سے منع کرتے تھے ان کا نکلنا تو رحمت تھا نہ کہ فتنہ۔ ﴿تیسیر الباری جلد۹ ص۱۵۶﴾

جواب: وہابیہ کا عراق کو نجد قرار دینا غلط ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عراق کے لئے حج کا میقات ''ذاتِ عرق'' مقرر فرمایا ہے جب کہ نجد کے لئے میقات ''قرن المنازل'' مقرر فرمایا ہے۔ ﴿بخاری حدیث نمبر۱۵۲۶، مسلم ۱۱۸۱، مشکوٰۃ حدیث نمبر ۲۵۱۶ کتاب المناسک﴾

معلوم ہوا کہ نجد الگ علاقہ ہے اور ''عراق'' الگ۔

گھر کی گواہی:

ایک اور وہابی عالم مسعود عالم ندوی صاحب لکھتے ہیں

عرب کے مختلف حصوں اور خاص ''نجد'' کا جغرافیہ ذرا مشکل سے سمجھ میں آتا ہے مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ نجد کے تین بڑے حصے ہیں۔

(۱) شمالی مشرقی حصہ: جس کا نام شمر ہے۔اس کے مشہور شہر حائل اور القصر ہیں۔(۲) شمالی مشرقی حصہ: جس کا نام القصیم ہے۔اس کے مشہور شہر عنیزہ اور بریدہ ہیں۔(۳) جنوبی حصہ: جو العارض کہلاتا ہے۔اس کا مشہور شہر ،،ریاض،، ہے۔جو آج سعودی حکومت کا پایہ تخت ہے۔

عارض کو جبل یمامہ بھی کہتے ہیں۔اصل میں یہ ایک پہاڑی کا نام ہے اور اس کے گردونواح کی زمین وادی حنیفہ اور یمامہ کہلاتی ہے، (محمد بن عبدالوہاب) کی جائے پیدائش عینیہ اور دعوت کا مرکز درعیہ دونوں اسی وادی میں واقع ہیں جو نجد کے قلب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام ﴿مسلح ص۲۷-۲۸﴾

۱۳۹۸ھ میں شاہ فہد بن عبدالعزیز کے حکم سے ''فتاوی ابن تیمیہ'' شائع ہوا اس کے سرورق پر لکھا ہوا ہے عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم العاصمی النجدی اگر نجد سے مراد عراق ہے تو فتاوی ابن تیمیہ کا مرتب وجامع ''نجدی'' کیسے ہوگیا۔پھر اسی مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ جلد ا مقدمہ کے ص: ب پر ،،فتاوی علماء نجد کا تذکرہ بھی موجود ہے اور صفحہ ج پر ''نجد'' کی تعریف میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔﴿وکانت نجد، ولا زالت بحمد اللہ اسعد الأقالیم بالإنتفاع بمؤلفات شیخ الاسلام﴾

وہابی علماء سے سوال ہے کہ ''فتاوی علماء نجد'' کیا علماء عراق کے فتاوی کا مجموعہ ہے یا سعودی عرب کے علماء کا اور نجد کے حق میں یہ تعریفی کلمات کیا عراق کے کسی صوبہ کے حق میں ہیں یا سعودی عرب کے معلوم ہوا کہ نجد الگ علاقہ ہے اور ''عراق'' الگ۔

وحید الزماں کا یہ کہنا کہ چونکہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سرزمین عراق میں شہید کئے گئے تھے اس لئے یہی جگہ نجد ہے۔انتہائی مضحکہ خیز ہے چلئے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سرزمین عراق میں ظلماً شہید ہوئے لیکن داماد نبی سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خود مدینہ منورہ میں شہید ہوئے تو کیا اب معاذ اللہ مدینہ منورہ کو بھی وہابی علماء نجد قرار دیں گے؟

رحمت یا زحمت: وحید الزماں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو فتنہ کی بجائے رحمت قرار دیا ہے۔اس کے متعلق ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے علماء دیوبند سے پوچھ لیتے ہیں کہ آیا وہ رحمت تھا یا زحمت؟ دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین ''حسین احمد مدنی'' لکھتے ہیں:

صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء بارھویں صدی (یہ ۱۱۱۵ھ میں پیدا ہوا اور ۱۲۰۶ھ میں مرگیا) نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اُس نے اہل سنت وجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا ان کے قتل کرنے کو باعثِ رحمت شمار کرتا رہا۔اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔

الحاصل وہ ایک ظالم وباغی خونخوار فاسق شخص تھا اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے غرضکہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اُس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہئے وہ لوگ یہود ونصاری سے اس قدر رنج وعداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔﴿الشہاب الثاقب ص:۴۲﴾

محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمان دیار مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خاں

نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔ ﴿الشہاب الثاقب ص ۴۳﴾

علماء عرب نے علماء دیو بند سے ۲۶ سوال کئے تھے جن میں بارھواں سوال یہ تھا

السوال الثانی عشر

قد كان محمد بن عبد الوهاب النجدی يستحل دماء المسلمين و اموالهم و اعراضهم و كان ينسب الناس كلهم إلى الشرك ويسب السلف فكيف ترون ذلك وهل تجوزون تكفير السلف والمسلمين و اهل القبلة ام كيف مشربكم **ترجمہ: محمد بن عبدالوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور ان کے مال و آبرو کو اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا، اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور کیا سلف اور اہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو، یا تمہارا کیا مشرب ہے؟**

الجواب: الحكم عندنا فيهم ما قال صاحب الدر المختار و خوارج هم قوم لهم منعة خرجوا عليه بتاويل يرون انه على باطل كفر او معصية توجب قتاله بتاويلهم يستحلون دمائنا و اموالنا ويسبون نسائنا إلى أن قال و حكمهم حكم البغاة ثم قال و إنما لم نكفرهم لكونه عن تاويل وإن كان باطلا.

وقال الشامی فی حاشيته كَمَا وَقَعَ فِي زَمَانِنَا فِي اَتْبَاعِ عَبْدِ الْوَهَّابِ الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ نَجْدٍ وَتَغَلَّبُوْا عَلَى الْحَرَمَيْنِ وَكَانُوْا يَنْتَحِلُوْنَ مَذْهَبَ الْحَنَابِلَةِ لٰكِنَّهُمُ اعْتَقَدُوْا اَنَّهُمْ هُمُ الْمُسْلِمُوْنَ وَاَنَّ مَنْ خَالَفَ اِعْتِقَادَهُمْ مُشْرِكُوْنَ وَاسْتَبَاحُوْا بِذٰلِكَ قَتْلَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَقَتْلَ عُلَمَائِهِمْ حَتّٰى كَسَّرَ اللهُ شَوْكَتَهُمْ وَظَفَرِ بِهِمْ عَسَاكِرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَامَ ثَلٰثٍ وَثَلاثِيْنَ وَمِأَتَيْنِ وَاَلْفٍ ۔ثم أقول ليس هو ولا احد من أتباعه و شيعته من مشائخنا فی سلسلة من سلاسل العلم من الفقه و الحديث و التفسير و التصوف......

ترجمہ: ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب در مختار نے فرمایا ہے: اور خوارج ایک جماعت ہے شوکت والی جنھوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان و مال کو حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں پھر فرماتے ہیں ان کا حکم باغیوں کا ہے پھر فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر اس لئے نہیں کرتے کہ یہ فعل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی سہی۔ اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں محمد بن عبد الوہاب کے پیرو کار نجد سے نکلے، حرمین شریفین پر زبردستی قبضہ کرلیا یہ لوگ خود کو مذہب حنبلی کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف وہی لوگ مسلمان ہیں اور جو شخص بھی ان کے عقیدہ کا مخالف ہے وہ مشرک ہے اسی لئے ان نجدیوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کا قتل جائز قرار دیا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے نجدیوں کی شوکت توڑ دی اور ان کے شہروں کو ویران کیا اور اسلامی لشکروں کو ان پر فتح دی یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ میں ہوا۔ ﴿ردالمحتار جلد سوم باب البغات﴾

اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ عبدالوہاب اور اس کا تابع کوئی شخص بھی ہمارے کسی سلسلہ مشائخ میں نہیں نہ تفسیر وفقہ و حدیث نمبر کے علمی سلسلہ میں نہ تصوف میں۔ تمام علماء دیوبند کی مصدقہ (کتاب "المہند علی المفند" ص ۴۵-۴۷)

علامہ شامی اور علمائے دیوبند کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ:

(۱) کہ نجدیوں کے حرمین شریفین پر تسلط سے قبل وہاں کے لوگ اہل سنت تھے۔ (۲) ان نجدیوں نے حرمین شریفین پر زبردستی قبضہ کیا اور وہاں قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔

☆......☆......☆

گستاخانِ اہل خدا کا انجام

روضہ مصطفےٰ ﷺ کا ادب:

اس بات پر امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنے مزار اقدس میں زندہ ہیں، مزار اقدس اعلیٰ ترین جنت کی صورت ہے، آپ اس میں جلوہ فرما ہو کر ساری کائنات کو مشاہدہ فرماتے ہیں، درود وسلام کو سماعت فرماتے ہیں، غلاموں کی فریاد کو ٹالتے ہیں، حاجت آسان کرتے ہیں لہذا آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کی تعظیم اسی طرح کرنی چاہئے جس طرح وصال سے پہلے کی جاتی تھی، آپ وصال کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے قاسم ہیں، نعمتوں اور رحمتوں کے خازن ہیں، جس کو جتنا چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں، خالق کونین نے آپ کو مالک کونین بنا دیا ہے لہذا آپ سے مانگنا اور آپ کے سامنے ادب کا مظاہرہ کرنا آج بھی جائز ہے بلکہ ایمان کی نشانی ہے:

☆......حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہر صبح وشام کو ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور آپ کی قبر انور کی زیارت کرتے ہیں نیز درود پاک عرض کرتے ہیں (تفسیر ابن کثیر۳:۵۱۷)

☆......حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ آپ کی قبر انور کی زیارت کیلئے حاضر ہوئے (مستدرک۴:۵۱۵، مجمع الزوائد۴:۵، مسند امام احمد۵:۴۲۲)

☆......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قحط پڑا تو صحابی آپ کی قبر انور پر آئے اور بارش کیلئے دعا کی گزارش کی، چنانچہ بارش برسنے لگی (فتح الباری۲:۴۹۵، البدایہ والنہایہ۷:۹۴، جذب القلوب ص ۲۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ۲:۳۲، الکامل فی التاریخ۲:۳۹۰، وفا الوفا ص۴ ۳۷)

☆......حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میرے جنازے کو حضور اقدس ﷺ کے مزار پر لے جانا اور حجرہ میں دفن کی اجازت طلب کرنا، چنانچہ اجازت مل گئی، (تفسیر کبیر۲۱:۸۷، خصائص کبریٰ ۲:۴۵۸، شواہد النبوۃ ص ۲۲۸، سیرت حلبیہ۲:۴۸۸، جمال الاولیا ص ۱۲۹ از تھانوی، تکریم المومنین ص ۱۳۷ از نواب صدیق حسن غیر مقلد) حضور اکرم ﷺ کے مزار اقدس کیلئے جانا اور وہاں کی حاضری کو ذریعہ نجات اور وسیلہ سعادت سمجھنا اور اس کا دل و جان سے ادب کرنا قرن اول سے لے کر آج تک مشروع ہے۔

اس کے طفیل رب نے حج بھی کرا دیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

انبیاء کرام کا ادب:

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت خاتم علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام کا پوری طرح ادب اور احترام کرے، انہیں صیغہ جمع کے ساتھ یاد کرے، ان کے اسماگرامی کا لحاظ رکھے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور ہمارے بزرگوں کی تعظیم نہ بجالائے وہ ہم میں سے نہیں، (جامع ترمذی، مشکوٰۃ ص ۴۲۳) حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، **الرسول علیٰ قدر المرسل**، رسول اپنے بھیجنے والے کی شان کا عظیم مظہر ہوتا ہے (مواہب لدنیہ ص ۲۴۸) لہذا تمام انبیاء کرام کا ادب و احترام کرنا خدا تعالیٰ کے ادب واحترام کا پیش خیمہ ہے، پہلی قوموں نے جب بھی کسی رسول کی توہین کی، اللہ تعالیٰ نے ان کو دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا، اگر کوئی شخص کہے، لکھے موسیٰ پڑھے خدا، یا موسیٰ ڈرا موت سے تو موت آگے ہی کھڑی تھی، وغیرہ ان ہزلیات کی اسلام میں کوئی

گنجائش نہیں، اگر کوئی آدمی انبیاء کرام کی طرف گناہوں کو منسوب کرتا ہے تو وہ بھی مردود ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے سابقہ انبیاء کرام کی عزت وحرمت کا خاص حکم دیا ہے، جب لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر جادوگری کی تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کی طہارت وعصمت کے بارے میں اعلان فرمایا، **وماکفر سلیمن ولکن الشیطن کفر وایعلمون الناس السحر**، اور سلیمان نے کفر نہ کیا، ہاں شیطان کافر ہوئے، لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں (سورۃ البقرۃ: ۱۰۲) یہودیوں نے آپ ﷺ کی مخالفت اس لئے بھی کی تھی کی آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت وحرمت کے پاسبان تھے، آپ کثرت کے ساتھ انبیاء کرام کو خراج عقیدت پیش کیا کرتے تھے، فرماتے، مجھے حضرت یونس علیہ السلام سے نہ بڑھاؤ، کریم ابن کریم تو حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، میں نے حضرت یوسف علیہ السلام جیسا خوبصورت نہیں دیکھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ مشابہ تمہارا نبی ہے وغیرہ، انبیاء کرام کے بارے میں کچھ عجیب وغریب سی کہانیاں ہماری کتابوں میں رائج ہو چکی ہیں جن کا ماخذ اسرائیلی روایات ہیں، ان کہانیوں سے عصمت انبیاء کے بنیادی عقیدے میں فرق پیدا ہوتا ہے لہذا ان کو بیان کرنے سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے، خبردار یہ بارگاہیں بہت نازک ہیں ۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

فرشتگانِ نور کا ادب:

فرشتے اللہ رب العزت کی نورانی مخلوق ہیں، قرآن پاک میں انہیں "**عباد مکرمون**" (یعنی عزت وتکریم والے بندے) کہا گیا ہے، وہ گناہوں سے پاک ہیں، وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے، ان پر ایمان لانا ضروریات دینیہ میں شامل ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل، حضرت اسرافیل، حضرت میکائیل، اور حضرت عزرائیل علیہم السلام کو تمام فرشتوں کا سردار بنایا اور ان کی قیادت میں ہزاروں لاکھوں فرشتوں کو تکوینی امور پر متعین فرمایا۔ افسوس ہمارے معاشرے کے بعض جاہل افراد ان پاکیزہ بندوں کو بھی ہدف تضحیک بنانے سے باز نہیں آتے۔ مثلاً کسی ظالم وجابر انسان کو دیکھ کر کہتے ہیں، یہ تو "عزرائیل" ہے کیا حضرت عزرائیل علیہ السلام انسانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے ہیں، کیا ان کا کوئی لمحہ بھی ایسا ہے جو حکم خدا کے بغیر گزرتا ہے لہذا اتنے مقرب بارگاہ بندے کو ایسے گھٹیا انسان کے ساتھ تشبیہ دینا بے ادبی اور گستاخی ہے، اسی طرح حضرت منکر اور حضرت نکیر بھی بہت عزت وتوقیر کے حامل ہیں، ان کے بارے میں غلط قسم کے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے، مثلاً ایک شاعر کہتا ہے ۔

لوگ منکر نکیر ہوتے ہیں

کوئی آدمی بہت زیادہ باتونی ہو اور بات بات پر سوالات کی بوچھاڑ کر دیتا ہو تو جواب دینے والا تنگ آ کر کہتا ہے، یار تم منکر اور نکیر ہو، کیا اس باتونی آدمی کے فضول سوالات کو حضرت منکر اور حضرت نکیر علیہما السلام کے بامقصد سوالات کے ساتھ تشبیہ دی جا سکتی ہے، اسی طرح دوزخ کے داروغے کا نام حضرت مالک ہے اور جنت کے ناظم کا نام حضرت رضوان ہے، ان دونوں فرشتوں اور ان کے ماتحت کام کرنے والے بے شمار فرشتوں کا پوری طرح ادب کرنا چاہئے یاد رکھیں، فرشتگان نور کے بارے میں مذاق کرنا کفار مکہ کا طریقہ ہے، ایک مرتبہ ابوجہل کہنے لگا، حضرت محمد مصطفےٰ کریم ﷺ کہتے ہیں کہ دوزخ کے انیس فرشتے ہیں جو کافروں اور گنہگاروں کو سزا دیں گے، میں کہتا ہوں کہ تم ان سے بہت زیادہ تعداد میں موجود ہو، ایک ایک فرشتے کو سو سو آدمی مل کر پکڑ لیں تو وہ کیا کر سکیں گے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کے فکر باطل کی تردید فرمائی، اسی طرح یہودیوں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام پر اعتراض کیا، چونکہ قرآن حضرت جبرائیل لاتے ہیں لہذا ہم قرآن کو نہیں مانتے، اگر کوئی اور فرشتہ لاتا تو مان لیتے، اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

قل من کان عدو الجبرئیل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ ......تم فرما جو کوئی جبریل کا دشمن ہو، تو اس نے تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا ہے اور ہدایت اور بشارت ہو مسلمانوں کو جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے

رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا، (سورۃ البقرۃ:۹۷،۹۸)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل علیہ السلام، سارے فرشتوں سے افضل ہیں اس لئے ان کا ذکر پہلے ہوا کیونکہ حضرت جبریل غذائے روح یعنی وحی لاتے ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام غذائے جسم یعنی بارش لاتے ہیں، معلوم ہوا کہ خدا کے پیاروں سے عداوت سارے فرشتوں سے عداوت ہے، یہی حال انبیاء اور اولیا سے عداوت رکھنے کا ہے (نور العرفان ص ۲۳)

مصحف قرآنی کا ادب:

اس راقم عاجز کو عمرہ شریف کی سعادت حاصل ہوئی تو وہاں دیکھا کہ نجدی علما اور طلباء قرآن پاک کا ذرہ برابر ادب نہیں کرتے، ان کی دیکھا دیکھی عوام الناس میں بھی یہ شعور ادب ختم ہوتا جا رہا ہے، اکثر لوگوں کو دیکھا کہ قرآن پاک کو قدموں پر رکھ کر پڑھ رہے ہیں، پڑھنے کے بعد نیچے قالین پر رکھ دیتے ہیں، بعض منچلوں نے اس سے سرہانے کا کام لے رکھا ہے، بعض اسکو پھلانگ کر گزر رہے ہیں، بعض نے اس کو اپنے جوتوں پر رکھا ہوا ہے یا جس ہاتھ میں جوتے ہیں، ان کے برابر قرآن پاک بھی پکڑا ہوا ہے، نیچے قرآن پاک کے نسخے کھلے ہیں جبکہ مدرس بیت الحرام میں کرسی پر بیٹھ کر درس قرآن دے رہا ہے، بعض قرآن پاک کو اپنی پشت کے پیچھے رکھ کر چل رہے ہیں جیسے کالج کے طلبا اپنی کتابیں رکھ کر چلتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک یہ صرف ایک کتاب ہے جس کی تعظیم وتوقیر کرنا مسلمان پر فرض نہیں،

حالانکہ قرآن پاک نے یہودیوں کے بارے میں فرمایا:

☆...... **کتب اللہ وراء ظھورھم کانھم لایعلمون.** ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا کہ وہ کچھ علم نہیں رکھتے۔ (سورۃ البقرہ:۱۰۱)

اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ قرآن پاک کی طرف پیٹھ نہیں کرنی چاہئے کہ یہ بے رخی اور بے توجہی کی علامت ہے (نور العرفان ص ۲۳)

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی ہے، اس کی ہر نشانی کا ادب کرنا تقویٰ کی دلیل ہے جیسا کہ فرمایا جو اللہ کی نشانیوں کا احترام کرتا ہے تو یہی ہے دلوں کا تقویٰ O یہ وہ مقدس کلام ہے جو تمام مخلوق کے کلام سے اس طرح افضل ہے جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے افضل ہے، یہ لوگوں کو ظلمات کی وادیوں سے نکال کر نورانی منزلوں پر پہنچاتا ہے، یہ کتاب حکمت ہے، یہ کتاب مجید ہے، کتاب عزیز ہے، نور مبین ہے، برھان رشید ہے، کتاب رحمت ہے، کتاب شفا ہے، کتاب ضیاء ہے، کتاب محبت ہے، صحیفہ انقلاب ہے، اس کی شان میں اعلان خداوندی ہے:

☆...... **ان ھذا القرآن یھدی للتی ھو اقوم ویبشر المومنین** بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو، (سورۃ بنی اسرائیل:۹)

☆...... **تفصیلاً لکل شیء،** یہ ہر چیز کی تفصیل ہے،

☆...... بے شک ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔

☆...... اس کو نہ چھوئیں مگر پاکیزہ لوگ۔

اب دیکھئے! قرآن مجید کا ادب واحترام مقصود نہ ہوتا تو اس کو پکڑے اور کھولنے کیلئے پاکیزگی کی شرط کیوں عائد کی جاتی۔ یہ کتاب زندہ ہے، مردہ دل انسان کو اس کی قدر و قیمت کا کیا علم ہوسکتا ہے، جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہٗ کو ایمان کی دولت نصیب ہونے والی تھی، انہوں نے اپنی بہن اور بہنوئی کو زدوکوب کرنے کے بعد قرآن پاک کے چند اوراق طلب کئے جن کو دیکھ کر وہ مظلوم لوگ تلاوت کر رہے تھے تو انہوں نے صاف صاف بتا دیا کہ آپ ابھی مشرک ہیں اور مشرک ناپاک ہوتے ہیں، آپ طہارت کے بعد مصحف قرآنی کو ہاتھ لگا سکتے ہیں، چنانچہ انہوں نے پہلے غسل کیا اور بعد میں قرآنی اوراق لے کر سورۃ طٰہٰ کی تلاوت کی جس نے ان کے دل کی دنیا کو زیروزبر کر کے رکھ دیا، یہ معمولی کتاب نہیں جس کے ساتھ عام کتابوں جیسا سلوک کیا جائے، ویسے جن عام کتابوں میں بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوبان پاک کا ذکر مرقوم ہوتا ہے ان کا ادب واحترام بھی ضرور کرنا چاہئے، ان کو بلند مقام پر رکھنا چاہئے، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے متعلق منقول ہے کہ ایک مرتبہ وہ ایک حافظ قرآن سے قرآن سماعت فرما رہے تھے، آپ

کی مسند پر ایک کپڑا زیادہ تھا، آپ نے حافظ قرآن کو اپنی مسند پر بٹھایا اور خود اس کی جگہ پر بیٹھ کر قرآن سننے لگے، ایسے ادب شناس لوگوں کو ہی دنیا و آخرت کے درجات حاصل ہوتے ہیں ۔

ادبوں وِدھ عبادت کیہڑی جہڑی رب تیکر پہنچاوے
اعظم اوس تے فضل خدا دا جنہوں ایہہ دولت مل جاوے

کعبہ مشرفہ کا ادب:

خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کا مقدس گھر ہے جو ساری کائنات کیلئے ہدایت کا مرکز ہے۔ پھر اس عالم کے ادب و احترام کا کیا عالم ہوگا۔ یہ اس کا ادب و احترام ہے کہ انبیاء، اولیا، فرشتے اور عام مسلمان سب اسکا پروانہ وار طواف کر رہے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے، اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی جاتی ہے، یہ قبلہ اسلامیان عالم ہے مگر افسوس! کچھ لوگوں نے اس کے تقدس کو بھی فراموش کر دیا، ان لوگوں کی حالت زار کا اس بات سے اندازہ لگائیں کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارکہ پر سلام کرنے والوں کو کہتے ہیں کہ کعبہ مشرفہ کی طرف منہ کر کے کچھ مانگیں، ادھر کو اپنا چہرہ پھیر لیں اور جب کعبہ مشرفہ کے صحن میں آتے ہیں تو اس کی طرف پشت کر کے کھڑے ہوتے ہیں یا ادھر کو ٹانگیں پھیلا کر بیٹھتے ہیں، نہ وہاں کا ادب اور نہ یہاں کا احترام، گویا وہ لوگ ان الفاظ ہی سے نا آشنا ہیں، ان لوگوں کے نزدیک کعبہ مشرفہ کو ہاتھ لگانا، اس کے ساتھ چمٹنا، اس کی طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھنا، میزاب رحمت کا پانی حاصل کرنا سب کچھ شرک کے زمرے میں آتا ہے، صحن حرم میں زوردار بارش ہو رہی تھی، لوگ دیوانہ وار لپک رہے تھے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ و فریاد کر رہے تھے، عجیب منظر تھا لیکن وہاں کی انتظامیہ لوگوں کی کیفیت کو دیکھ کر قہقہے لگا کر ہنس رہی تھی، اگر کوئی میزاب رحمت کے چند چھینٹوں کو حاصل کرنا چاہتا تو اس پر لاٹھی چارج کرتی اور پکار کر کہتی یہ شرک ہے، ایک شرطے نے احقر سے کہا کہ یہ پانی نہ لو، یہ شرک ہے، میں نے کہا کہ اگر یہ پرنالہ میزاب رحمت ہے تو اس سے برسنے والا پانی بھی آب رحمت ہونا چاہئے، کیا تمہارے نزدیک اس کا نام "میزاب شرک" ہے، وہ لاجواب سا ہو کر رہ گیا، صحن حرم میں ایک پاکستانی مفتی عبد الرحمٰن مکی صاحب حطیم کعبہ کے سامنے بیٹھ کر درس قرآن دیتے ہیں اور عین مرکز ہدایت میں بیٹھ کر فرقہ واریت کا زہر پھیلاتے ہیں، ان کی طرف ان کے پرستاروں کا چہرہ ہوتا ہے اور کعبہ مشرفہ کی طرف پشت ہوتی ہے، احقر نے ان کی توجہ دلائی تو فرمانے لگے معراج کی رات حضور ﷺ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے، کیا یہ جواب درست تھا، ان لوگوں کی گمراہی کا سب سے بڑا سبب ہی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ محبوبان خدا پر قیاس کیا ہے اور ان کو اپنے آپ پر قیاس کیا ہے کہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت مبارک اور کہاں ان بندگان سیم و زر کی پشتیں، افسوس! آج ان نجدی علما کی تربیت کی وجہ سے ہمارے عربی بھائیوں میں اس مقدس گھر کا ادب واحترام، کم سے کم تر ہوتا جا رہا ہے صحن حرم میں ایک مفتی صاحب سوالات کا جواب عطا کرتے ہیں، احقر نے ان سے پوچھا کہ آپ کے پاؤں کعبے کی طرف ہیں، کیا یہ بے ادبی نہیں، انہوں نے کہا، اس میں کیا حرج ہے، یہ کوئی بے ادبی نہیں، کاش انہوں نے صوفیہ کرام کو پڑھا ہوتا تو انہیں حقیقت کعبہ کا کچھ نہ کچھ شعور ہوتا، حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے ایک "ولی کامل" کے بارے میں سنا تو اپنے دوستوں کے ہمراہ اس سے ملنے کیلئے تشریف لے گئے، آپ نے دیکھا کہ اس "ولی کامل" نے کعبہ مشرفہ کی جانب منہ کر کے تھوکا ہے، آپ ملے بغیر واپس آگئے، دوستوں نے پوچھا حضرت والا! آپ نے اتنا سفر بھی کیا مگر منزلِ مقصود پر پہنچ کر واپس ہو گئے، کیا وجہ ہے، آپ نے فرمایا، جس شخص کو کعبہ مشرفہ کے احترام کا علم نہیں وہ کیسے مقام ولایت پر فائز ہو سکتا ہے، یہ ولی کامل نہیں، جاہل کامل ہے، طریقت تو ہے ہی ادب کا نام، اس لئے وہ لوگ فضائے لاہوت میں پرواز کرتے ہیں، حضرت امام اسماعیل حقی علیہ الرحمہ نے ایمان کے پانچ قلعوں کا ذکر کیا ہے، پہلے قلعے کا نام "ادب" ہے،

بے ادباں مقصود نہ حاصل نہ درگاہے ڈھوئی
منزل تیک کدی نہ پہنچے باجھ ادب دے کوئی

یاد رکھیں، جو شخص جان بوجھ کر کعبہ مشرفہ کی طرف منہ کر کے تھوکتا ہے، پیشاب کرتا ہے یا ٹانگیں پھیلا کر لیتا ہے، وہ صریحاً بے ادب ہے، گستاخ ہے، اس کو ایمان کی حقیقی حرارت اور حلاوت نصیب نہیں ہو سکتی، پھر عین صحن حرم میں اس قسم کی "بے نیازیاں" تو موجب ہلاکت ہیں،

یہ تو وہ گھر ہے، جس کو دیکھنا بھی عبادت ہے، جس کو چومنا بھی عنایت ہے ۔

دنیا کے بتکدے میں پہلا وہ گھر خدا کا

ہم پاسباں ہیں اس کے وہ پاسباں ہمارا

یہ وہ مقدس گھر ہے جس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا حضور اکرم ﷺ کی بہت عظیم خواہش تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی خواہش کو سامنے رکھتے ہوئے اس کو آپ کا قبلہ بنا دیا، آپ کو اس گھر کے ساتھ محبت تھی، آپ اس کے دیدار کیلئے بیقرار رہتے تھے، آپ نے اس کی تعمیر میں بنفس نفیس حصہ لیا تھا، آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نشانی ہے، لہذا آپ کے امتی کو کم از کم اپنے نبی کے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے، آج ہماری محفل نعت میں کچھ اس قسم کا کلام بھی پڑھا جا رہا ہے جس سے کعبہ مشرفہ سے شدید قسم کی بے زاری اور بے اعتنائی کا پہلو نکلتا ہے، مثلاً

نہ کعبے کی حسرت نہ مسجد کی چاہت

یہ مصرع ہی اسلامی تعلیم کے خلاف ہے، ان شاعروں کو معلوم ہی نہیں کہ جس محبوب پاک ﷺ کے نقش قدم کو تلاش کرنا اور اس پر اپنی جان قربان کرنا ذریعہ نجات سمجھتے ہیں، اسی نے کعبہ مشرفہ اور مسجد کے ادب واحترام کا حکم دیا ہے، مقام حدیبیہ پر خود رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کس قدر حسرت کعبہ میں بیقرار تھے اور اپنی امت کے بارے میں فرمایا کرتے تھے، جس شخص کا دل مسجد میں رہتا ہے اس کو قیامت کے دن عرش اعظم کا سایہ نصیب ہو گا، کیا حضور اکرم ﷺ واضح تعلیمات کو قتل کرنے والا کلام بھی آپ کی نعت کہلانے کا مستحق ہے، پھر اس قوم کا کیا جائے، ایسا کلام لکھنے اور پڑھنے والے داڑھی منڈے نعت خوان اور نعت گو حضرات پھولوں کے ہار پہنا کر سٹیجوں کی زینت بنا رہی ہے کیونکہ ۔

آقا کے ثنا خوان کی توقیر بڑی ہے

خدا کے بندو آقائے نامدار ﷺ کے دین برحق کیلئے سراپا رسوائی انسان کیسے ان کا ثنا خوان ہو سکتا ہے، کیا ہر داڑھی منڈے نعت خوان کو وقت ''حسان'' کہنا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہٗ کی بے ادبی اور گستاخی نہیں، کیا حضرت حسان رضی اللہ عنہٗ!

☆......داڑھی منڈایا کرتے تھے؟

☆......اپنی نعت سنا کے اور پیسے اکٹھے کر کے بھاگ جایا کرتے تھے؟

☆......نماز کے باغی تھے؟

☆......ناموس رسالت کے تحفظ کے موقع پر علما کو آگے کر کے خود پیچھے ان کے خلاف پروپیگنڈا کیا کرتے تھے؟

☆......نعت رسول کو کمرشل پروگراموں کیلئے پڑھتے تھے، اس کو ذریعہ روزگار بناتے تھے؟

افسوس! اس قوم کو کیا ہو گیا ہے، کہاں یہ لوگ اور کہاں وہ عشق وآگہی کا تابندہ ماہتاب جس نے اپنا ایک ایک لفظ رسول اللہ ﷺ کی مدحت اور آپ کے دشمنوں کی مذمت کیلئے وقف کر رکھا تھا،

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

یہ کعبہ مشرفہ کی توہین کر کے تاجدار مدینہ ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے والے نام نہاد نعت خوان ہر محفل میں پڑھتے ہیں کہ سب لوگ سبحان اللہ، سرکار اس محفل میں جلوہ نما ہیں، تشریف فرما ہیں، پھر حرت ہے کہ خود اگلے پروگرام کا بہانہ کر کے کسک جاتے ہیں، آپ انصاف کیجئے! وہ شخص کتنا وفادار امتی ہے جو اپنے رسول کریم کو محفل میں چھوڑ کر چلا جاتا ہے، پھر کہتے ہیں، کاش ہم اس دور میں ہوتے، تو آپ کے خاکِ قدم کا سرمہ بناتے، میں کہتا ہوں جس طرح آج محفل میں ان کو چھوڑ کر چلے جاتے ہو، ویسے ہی میدان جنگ میں زیادہ ڈھٹائی اور بے غیرتی کے ساتھ چھوڑ کر چلے جاتے اور قوم اسرائیل کی طرح کہتے، اے موسیٰ آپ اور آپ کا خدا لڑائی کرے، ہم تو یہاں آپ کا نام استعمال کر کے قوم کو لوٹنے کیلئے) بیٹھے ہوئے ہیں، جن لوگوں نے حضور پیغمبر نور برحق کے حقوق پر اپنا نذرانہ جان پیش کرنا تھا، ان کو فیاض ازل نے اس دور کیلئے چن لیا تھا، ہر دیوانے کے مقدر میں دار ورسن کے مرحلے کہاں ہوتے ہیں، ہر پھول کہاں ناز عروساں کے قابل ہوتا ہے، بات ذرا دور نکل گئی، ہمیں اپنی محافل کی اصلاح کرنی چاہئے، کعبہ مشرفہ اور جنت فردوس کی حسرت بھی رکھنی چاہئے کیونکہ یہ مقامات بھی تو حضور اکرم ﷺ کے جلوؤں سے لبریز ہیں، مدینہ مبارکہ کی محبت کا یہ تقاضا نہیں کہ مکہ مکرمہ کی توہین کی جائے، اور اس بلد امین کے ساتھ بیگانگی کا ثبوت دیا جائے۔ یہ بھی سرکار کا شہر ہے اور وہ بھی سرکار کا شہر ہے، ان دونوں کیساتھ آپ کو محبت ومودت تھی،

یہودیت (ایک تجزیہ)

قسط 2

سعید ملت علامہ محمد عامر سعید آسوی حسینی

تحریفات بائبل: آج یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بائبل کی جمع وتدوین کی پوری تاریخ ردوبدل، حذف واضافہ اور تحریف وترمیم کی تاریخ ہے۔ یورپین اور دیگر عیسائی و یہودی علما کثیر تعداد میں ایسے ہیں جنہوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ برطانوی مسٹر لیکی، اسٹراس، برونو بائنز، ڈاکٹر رابن سن، فلپ ویوین، برلن یونیورسٹی کے پروفیسر ہارنک وغیرہ کا شمار بھی انہی میں ہوتا ہے جو بائبل کے اصل شکل میں نہ ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔ 'نیویارک ٹائمنز' کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں پریسبائٹرین (Presbytarian) کلیسا کی ایک نمایاں برانچ نے اعلان کیا کہ "یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ بائبل غلطیوں سے پاک ہے"۔

'ٹائم میگزین' کی 1969ء کی ایک رپورٹ کے مطابق 95 فیصد (عیسائی و یہودی) علماء وعوام کا یقین ہے کہ بائبل تحریف شدہ ہے۔

جرمنی کے ایک رسالہ دی اسپگل نے بڑے بڑے پروفیسروں کے حوالے سے نیز کوپن ہیگن (ڈنمارک) کے چرچ آف رائل ڈاک یارڈ کا ڈین نے بھی کم وبیش یہی کہا۔

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں زیر مقالہ 'بائبل' لکھا ہے۔

"عرصہ دراز تک کتب مقدسہ کا مطالعہ جرح وتعدیل کے مستند اصول سے محروم رہا۔ یہود محض اس عبرانی نسخے کی پیروی کرتے تھے جن کی نسبت یہ مشہور تھا کہ غالباً وہ دوسری صدی عیسوی میں جمع کیا گیا اور بعد ازاں احتیاط سے محفوظ رکھا گیا۔ لیکن اس نسخہ میں چند تحریفات تو ایسی ہیں جو صاف نظر آتی ہیں اور غالباً ایک کافی تعداد میں ایسی تحریفیں اور بھی موجود ہیں جن کی شاید اب یا کبھی پورے طور سے قلعی نہ کھل سکے۔ عیسائی اور اسکندریہ کے یہود علما کی حالت اس سے بھی بدتر تھی کیونکہ پانچویں صدی عیسوی میں شاذو نادر اور استثنا کے ساتھ اور پانچویں صدی سے پندرہویں صدی تک بلا استثنا ان بزرگوں نے تمام تر ترجموں پر ہی اکتفا کیا ہے"۔

یہ فقرہ بھی حقیقت حال بیان کرتا ہے کہ

It is obvious that the text has been tempered with in some places.

"یہ بات ظاہر وبین ہے کہ کئی جگہ متن میں تصرف کیا گیا ہے" **(Encycl. Brit. (1973),3:577)**

انسائیکلوپیڈیا ببلیکا جلد ۴ ص ۴۹۹۳ میں لکھا ہے۔

"جو بات یقینی ہے وہ یہ ہے کہ چوتھی صدی کے درمیان میں بائبل کا لاطینی نسخہ نہایت ہی پراگندہ حالت میں تھا اور یہ مضامین کی پراگندگی یونانی نسخہ سے مقابلہ کی وجہ سے اور لاطینی اصطلاحوں میں تبدیلی کی وجہ سے پیدا ہوگئی تھی۔ اور یہ اختلافات قائم رہے یہاں تک کہ پر

اپنے لاطینی نسخہ کی جگہ جیروم کا اصلاح شدہ نسخہ جو ۳۸۳ء سے ۴۰۰ء کے درمیانی زمانہ کے پوپ ڈیمس کے حکم سے تیار کیا گیا تھا' عیسائیوں میں رائج کیا گیا''

Valletine's Jewish Encyclopedia P-95 میں لکھا ہے۔

''تاریخ اور وقائع کے مستند ماخذ کی حیثیت سے بائبل کی حالت عام طور پر مایوس کن ہے۔ اس کے بیانات اور معلومات یا تو مبہم اور متضاد ہیں اور یا اس زمانہ کی تاریخ سے بالکل مطابقت نہیں رکھتے''۔

پادری ڈمیلو نے کتاب گنتی کی تفسیر میں لکھا ہے۔

''پانچ کتابیں جو اسفار خمسہ موسیٰ سے منسوب ہیں' کسی اور شخص نے لکھ کر موسیٰ سے منسوب کیں''۔

چرچ مشن پاکستان کی شائع کردہ مشہور کتاب ''روحوں کو آزماؤ'' کے صفحہ ۱۹، ۲۰ پر لکھا ہے۔

''درحقیقت تاریخوں کی صحت تاریخی تفصیلات اور سائنس کے اصول و نظریات سے بائبل مقدس میں غلطیاں' متضاد بیانات اور نامکمل علم پایا جاتا ہے''

ایک محقق لکھتا ہے۔

There are no grounds whatever for saying that the Bible is free from historical and literal errors. Errors and inconsistencies there are......

''یہ کہنے کی قطعاً کوئی بنیاد موجود نہیں کہ بائبل تاریخی و لفظی غلطیوں سے پاک ہے۔۔۔۔۔اس میں یقیناً غلطیاں اور تضادات موجود ہیں''

(A companion to the Bible P5-7)

انہی تحریفات کے پیش نظر مسیحی مبلغ آگسٹائن نے کہا تھا۔

I should not believe in the Gospel if I had not the authority of the church for so doing.

''اگر کلیسا کی سند مجھے انجیل پر اعتماد رکھنے کے لئے نہ کہتی، تو میں اس پر کبھی ایمان نہ رکھتا''۔

(Herbert Muller: Uses of the past, P.89)

بائبل میں تضادات

بائبل کے قدیم نسخوں کے آپس میں اور پھر مروج نسخوں سے بے شمار مقامات پر تضادات ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا امریکانا کے الفاظ میں

(There are) abundant variations and disagreements between manuscripts

''(قدیم) نسخوں کے مسودات میں کثرت سے فرق اور اختلافات پائے جاتے ہیں''

(Encyclo. Americana , vol. 3, P.656)

چنانچہ صرف عہد جدید کے اختلافات کا اندازہ ۱۷۰۷ء میں جان مل نے تیس ہزار لگایا تھا۔

(George Milligan: The New Testament and its transmission, London and Glasgow, 1932, P3,108)

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا نے بھی

Thousands of variations in the existing manuscripts and versions.

''موجودہ مسودوں اور نسخوں میں ہزاروں اختلافات''

(Encyclo Brit. (1973), vol.3, P 578)

کا اعتراف کیا ہے۔

یہاں چند تضادات بائبل کا نقشہ درج کیا جاتا ہے۔

۱	خدا نے انسان کی عمر 120 برس مقرر کی۔ (پیدائش ۶:۳)	۱	آدم علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کی عمر کئی سو برس ہوئی (پیدائش باب ۵)
۲	آدم کو کہا گیا کہ جس دن تو نیک و بد کے درخت سے کھائے گا تو ضرور مرے گا۔ (پیدائش ۲؛ ۱۷)	۲	مگر آدم پھل کھانے کے بعد ۹۳۰ برس جیتا رہا۔ (پیدائش ۵:۵)
۳	سلح ارفکسد کا بیٹا تھا۔ (پیدائش ۱۱:۱۲)	۳	سلح ارفکسد کا پوتا تھا۔ (لوقا ۳:۳۶)
۴	انسان کو خدا نے حیوانات پیدا کرنے کے بعد بنایا (پیدائش ۲۵:۲۷)	۴	خدا نے آدم کے پاس جانور بنا کر بھیجے۔ گویا آدم پہلے جانور بعد (پیدائش ۔۲:۱۸تا۲۰)
۵	کشتی نوح میں سات سات نر و مادہ۔ (پیدائش ۷:۲)	۵	سب جانوروں کے جوڑے جوڑے (پیدائش ۶:۱۰، ۷:۸تا۹)
۶	خدا پچھتاتا ہے۔ (پیدائش ۶:۶۔ خروج ۳۲:۱۴)	۶	خدا پچھتاتا نہیں۔ (گنتی ۲۳:۹)
۷	یعقوب کو مکفیلہ کے کھیت میں گاڑا (پیدائش ۵۰:۱۳)	۷	سکم میں گاڑا۔ (اعمال ۷:۱۶)
۸	خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ (پیدائش ۱:۳۱)	۸	خدا انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا (پیدائش ۶:۶، ۸:۲۱)
۹	فرشتہ وغیرہ کی تصویر نہ بنائیو۔ (خروج ۲:۴)	۹	اور تو سونے کے دو کروبی (فرشتے) بنائیو (خروج ۲۵:۲۱)
۱۰	اسرائیل کے بزرگوں نے خدا کو دیکھا۔ (خروج ۲۴:۹، ۳۳:۱۱)	۱۰	کوئی انسان نہیں کہ مجھے دیکھے اور جیتا رہے (خروج ۔۳۳:۲۰)
۱۱	ایک بیان کے مطابق مردم شماری کے نتیجے میں اسرائیل کی تعداد آٹھ لاکھ بہادر شمشیر زن اور یہوواہ کے پانچ لاکھ مرد مذکور ہیں۔ (سموئیل، تواریخ)	۱۱	دوسرے بیان کے مطابق اسرائیل کے گیارہ لاکھ اور یہوداہ کے چار لاکھ ستر ہزار شمشیر زن مذکور ہیں (سموئیل ۲۴:۱۹۔ تواریخ ۲۱:۵)
۱۲	ساتویں دن خدا نے آرام کیا اور تازہ دم ہوا (خروج ۳۱:۱۷)	۱۲	خدا تھک نہیں جاتا اور ماندہ نہیں ہوتا۔ (یسعیاہ ۴۰:۲۸)
۱۳	موسیٰ روئے زمین کے سب مردوں سے حلیم تھا (گنتی ۱۲:۳)	۱۳	موسیٰ غصہ ہوا تمام بچوں، عورتوں اور مردوں کے قتل کا حکم دیا (گنتی ۳۱:۱۴)
۱۴	ہارون کوہ حور پر مرا اور گاڑا گیا (گنتی ۲:۲۸، ۲۳:۳۷، ۳۸)	۱۴	ہارون سوسیرہ میں فوت ہوا۔ (استثنا ۱۰:۱۶)

۱۵	جاتی جولیت کو داؤد نے مارا۔ (سموئیل اول ۱۷:۴)	۱۵	جاتی جولیت کو الحنان بن یاپر نے مارا (سموئیل دوم۔۲۱:۱۹)
۱۶	ساؤل خود گر کر مر گیا۔ (سموئیل اول ۳۱:۶)	۱۶	ساؤل کو عمالیقی نے قتل کیا۔ (سموئیل دوم۔۱:۱۰)
۱۷	داؤد کو خدا نے کہا کہ اسرائیل کو گن۔ (سموئیل دوم۔۲۱:۱)	۱۷	شیطان نے کہا کہ اسرائیل کو گن (تواریخ اول۔۲۱:۱)
۱۸	میکل مرتے دم تک بے اولاد رہی (سموئیل دوم۔۶:۲۳)	۱۸	میکل کے پانچ بیٹے تھے۔ (سموئیل دوم ۳۱:۸)
۱۹	اخزیا ۲۲ برس کا تھا جب بادشاہ ہوا (سلاطین دوم ۸:۲۶)	۱۹	اخزیا ۴۲ برس کا تھا جب بادشاہ ہوا۔ (تواریخ دوم ۲۱:۲)
۲۰	یہویکین اٹھارہ برس کا تخت پر بیٹھا (سلاطین دوم ۲۴:۸)	۲۰	یہویکین آٹھ برس کا بادشاہ ہوا۔ (تواریخ دوم ۳۶:۹)
۲۱	خدا اندھیرے میں رہتا ہے۔ (خروج ۱۹:۹، ۱۶۔۲۰:۲۱)	۲۱	خدا نور میں رہتا ہے۔ جس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا (تمطاوس اول ۶:۱۶)
۲۲	عیسو نے ایلون حتی کی بیٹی بشامت سے بیاہ کیا (پیدائش ۲۶:۳۴)	۲۲	عیسو نے اسماعیل کی بیٹی بشامت سے بیاہ کیا (پیدائش ۲۶:۳)
۲۳	زروبابل کے ساتھ قبیلہ بنی ارخ کے ۷۷۵ افراد یروشلم میں آئے۔ (عزرا ۲:۵)	۲۳	زروبابل کے ساتھ اس سفر میں بنی ارخ کے ۶۵۲ افراد تھے (نحمیاہ ۷:۱۰)
۲۴	بنی بخت موآب بنی یشوع اور یوآب کی اولاد سے ۲۸۱۲ افراد تھے۔ (عزرا ۲:۶)	۲۴	بنی پخت موآب بنو یشوع اور یوآب کی نسل میں سے ۲۸۱۸ افراد تھے (نحمیاہ ۷:۱۱)
۲۵	جو گھر سلیمان بادشاہ نے خداوند کیلئے بنایا، اس کی لمبائی ۶۰ ہاتھ، چوڑائی ۲۰ ہاتھ اور اونچائی ۳۰ ہاتھ تھی (سلاطین ۶:۲)	۲۵	اس کی اونچائی ۲۰ ہاتھ تھی۔ (تواریخ ۳:۴)

ان تضادات کے ہوتے ہوئے علمائے یہود و نصاریٰ کا بائبل کو من جانب اللہ کہنا چہ معنی دارد۔ اگر ان تضادات و تناقضات کو تعصبات اور جذباتیت سے بلند ہو کر دیکھا جائے تو تھامس پین (Thomas Paine) کے الفاظ میں ایک ہی نتیجہ نکلے گا۔

Revelation is necessarily out of the question with respect to these books because of the disagreement of the writers

''اپنے مصنفین کے اختلافات کی وجہ سے (بائبل کی) ان کتابوں کا وحی و الہام پر مبنی ہونا بالکل خارج از بحث ہو کر رہ گیا ہے''

(Thomas Paine: The age of reason, P.19)

مشہور مصنف ول ڈیورنٹ بھی لکھتا ہے کہ

It is clear that there are many contradictions between one Gospel and another, many dubious statements of histroy..........

''یہ بات واضح ہے کہ ایک انجیل کے دوسری انجیل سے بہت تضادات ہیں اور ان کے بہت سے بیانات تاریخی طور پر مشکوک ہیں۔

(Will Duorant: The Story of Civilzation , New York, 1957. vol. 3, P 557)

یہ چند تضادات کا بیان ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تضادات کی اس کثرت نے مسیحی و یہودی علماء و مفکرین کو نہایت پریشان و شرمسار کیا ہے۔ وہ ان کا حل نکالنے یا کم از کم قابلِ قبول تاویل کرنے میں ہی بری طرح ناکام رہے ہیں۔

نعت شریف

نبیوں میں بھی وہ شاہِ ہدیٰ اور ہی کچھ ہے
ہاں نورِ خدا شانِ خدا اور ہی کچھ ہے
ہے ملکِ سلیمان کی وسعت بھی نرالی
پر مملکِ ارض و سما اور ہی کچھ ہے
مسجودِ ملائک تو ہوئے حضرتِ آدم
ہاں عظمتِ لولاک لما اور ہی کچھ ہے
گو طلعتِ یوسف سے بھی انکار نہیں ہے
پر جلوہ خورشیدِ مدینہ کی ضیا اور ہی کچھ ہے
سدرہ ہو کہ ہو عرش ، ادھر کی ہیں یہ باتیں
وہ رفعتِ ایوانِ دنیٰ اور ہی کچھ ہے
فردوس میں ہے نور بھی نکہت بھی یقیناً
سرکار کے کوچے کی فضا اور ہی کچھ ہے
ہے حضرت عیسیٰ کی مسیحائی مسلم
وہ جانِ بقا اصلِ شفا اور ہی کچھ ہے
حاتم کی سخاوت کا بھی شہرہ ہے جہاں میں
خدامِ مدینہ کی سخا اور ہی کچھ ہے
یونہی تو نہیں کہتے اسے رحمتِ عالم
وہ جانِ کرم روحِ عطا اور ہی کچھ ہے
اک نظرِ عنایت ہے مرے درد کا درماں
ہاں میرا مرض ،میری دوا اور ہی کچھ ہے
انکار نہیں زہد کی عظمت سے بھی آسی
پر مرشدِ کامل کی رضا اور ہی کچھ ہے

﴿حضور مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ﴾

Monthly
Mujallah
AL-HAQIQA
January 2007
Reg. No. C.P.L 168

